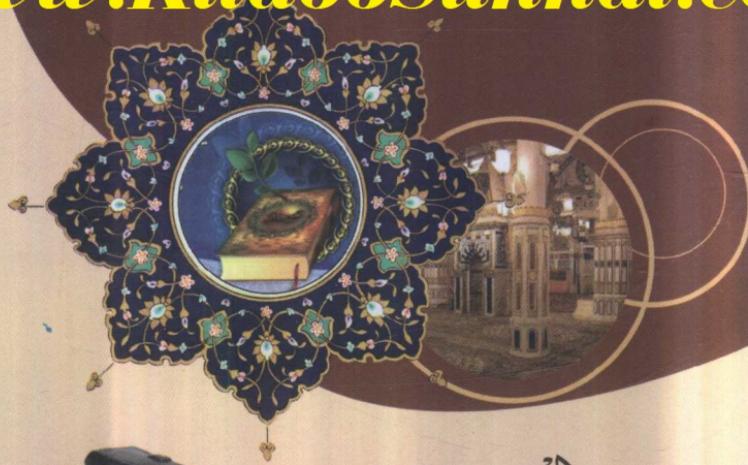


مقدمة

# مِشْكُونَةُ الْمَسْجِدِ

مصطلحات الحديث

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



تألیف: حضرت عالیہ شیخ محمد بن عبد الحنفی تیپی

ترجمہ: خواجہ محمد علی

نظر ثانی: مولانا ابو الفضل عمر فراوج سعیدی



## معزز قارئین توجہ فرمائیں

کتابِ مہنت کی روشنی میں لمحیٰ جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا منتظر

- کتاب و سنت ذات کام پرستیاب تمام الیکٹر انک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
  - بحثیں تحقیق اسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
  - دعویٰ مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیه

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر متعلق کتب ناشرپن سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاؤشوں میں بھر پور شرکت اختیار کریں

**PDF** کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com  
🌐 www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

# شکوہ المصباح

مصطلحات الحديث



www.KitaboSunnat.com

تألیف: حضرت شیخ محمد عبید ندوی

ترجمہ: خواجہ محمد علی

نظر ثانی: مولانا اقبال غفرن واقع سعیدی



دارالابلاع پبلیشنز یونیورسٹری بیوٹریز  
0423-7361428-0300-445335



دستگاه و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

## جملہ حقوق اشاعت برائے دارالاہل لاغ محفوظ ہیں

三

مشکوٰۃ المیہ

مخطوّلّات الحديث

ناظرانی: مولانا عبدالعزیز رفعت و مولانا علی علی

نواحی محمد علی رحیمی

شاووت اول؛ مئی 2016ء

فرازهای اسلامی - آموزشگاه موسی و میرزا - شعبانی - آزادی - تبریز

**سیزہویں فصل۔ الف تعالیٰ رعن کیم اور اتنی بارہ ملکات کے مابین مہونے اس کتاب کی پہنچ کر پروفیسر یونیک نامی صدر ایڈمینیسٹر شریعہ اسلامیہ پرستی میں پڑھتے تھے اور اپنی تھانی تعلیمی کتب اکتوبر تک ملکی جوگہ اور کرم مطہر، مائیں آئندہ اوقات میں پڑھنے کا انتہا تھا۔**

## فہرست مضمایں

13 .	ترف تمنا طالبان دین کے لیے نایاب تھے
14 .	خبری اہمیت
16 .	دیباچہ
18 .	احادیث اور سیرت نبی یہ قرآن حکیم کی شرح و تفسیر ہیں
20 .	جع و مدوین حدیث
20 .	تذکرہ مؤلف "مصابیح السنّۃ"
23 .	مؤلف "مشکوٰۃ المصائب"
25 .	علامہ طبیبی کی تالیفات
25 .	مشکوٰۃ المصائب کی شہرت
28 .	تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضاللہ
33 .	مقدمہ المشکوٰۃ دیباچہ لمعات النقیح شرح عربی مشکوٰۃ المصائب
35 .	فصل (۱)
39 .	فصل (۲) تعبیر


 مقدمة مشکوہ المصالح

4

40 .....	فصل (۳)
42 .....	فصل (۴)
43 .....	فصل (۵)
46 .....	فصل (۶)
47 .....	فصل (۷)
48 .....	فصل (۸)
49 .....	فصل (۹)
50 .....	فصل (۱۰)
50 .....	فصل (۱۱)
52 .....	فصل (۱۲)
53 .....	فصل (۱۳)
56 .....	تہمید
56 .....	وجہ تالیف
56 .....	تعريف حدیث
56 .....	حدیث تقریری
56 .....	شرح
57 .....	اطلاق حدیث
57 .....	حدیث مرفوض
57 .....	حدیث موقوف مع امثلہ
57 .....	حدیث مقطوع
57 .....	حدیث اور اثر

58 .....	حدیث اور خبر .....
58 .....	حدیث اور آخباری .....
58 .....	رفع صریح اور حکمی .....
58 .....	حدیث قولی اور رفع صریح .....
59 .....	حدیث فعلی اور رفع صریح .....
59 .....	حدیث تقریری اور رفع صریح .....
59 .....	رفع حکمی مع اشتمل .....
60 .....	سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم .....

فضل

## ذکر سند

61 .....	ذکر متن .....
61 .....	اتصال اور حدیث متصل .....
61 .....	انقطاع اور حدیث منقطع .....
62 .....	تعلیق اور حدیث معلق .....
62 .....	تعلیقات امام بخاری رضی اللہ عنہ .....
62 .....	حکم تعلیقات بخاری رضی اللہ عنہ .....
63 .....	ارسال اور حدیث مرسل .....
63 .....	نسبت درمیان مرسل و منقطع .....
63 .....	حکم حدیث مرسل .....
64 .....	حدیث مرسل اور امام ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کی رائے .....

@@ حدیث مرسل کی نسبت امام شافعی رضی اللہ عنہ کی رائے	64
@@ حدیث مرسل اور امام احمد رضی اللہ عنہ کے دوقول	64
@@ حدیث محصل	65
@@ حدیث منقطع	65
@@ اطلاقات حدیث منقطع	65
@@ حدیث ملیس	66
@@ اجماع بر حرمت تدليس	67
@@ حکم روایت ملیس و اختلاف محدثین در قبول عدم قبول روایت ملیس	68
@@ سبب تدليس	68
@@ توجیہ تدليس اکابر و سلف	68
@@ حدیث مضطرب	69
@@ حکم حدیث مضطرب	69
@@ حدیث مدرزج	69

2

فصل

## روایت بالمعنى

@@ اقوال اربعہ در روایت بالمعنى	70
@@ ترجیح روایت باللفظ	71
@@ روایت نقل بالمعنى در صحاح است	71
@@ عصیرۃ اور حدیث معنعن	72
@@ رائے امام مسلم رضی اللہ عنہ دربارہ عصیرۃ	72

72	رائے امام بخاری رضی اللہ عنہ
72	رائے غیر شیخین
73	تردید امام بخاری و دیگر محدثین از امام مسلم
73	حکم عنعنة مدلس
73	حدیث منہد

فصل ۳

## حدیث شاذ و منکر و معلل

74	تعريف شاذ
74	شاذ مردود
74	طريق ترجيح
75	تعريف حدیث منکر
75	منکر و معروف شاذ و محفوظ
75	آراء محدثین درباره حدیث شاذ منکر
76	حدیث معلل
76	وجہ تقلیل و تعمیر عبارت معلل
76	حدیث متتابع
77	متابعات امام بخاری رضی اللہ عنہ
77	متابعت کامل و ناقصہ
77	لفظ متابعت مثلہ و نحوہ
77	شرط متابعت

78 .....	◎ شاہد .....
78 .....	◎ متابعت لفظی و معنوی .....
78 .....	◎ اطلاق شاہد و متابع .....
78 .....	◎ ائمہار .....

4

شامل

## تقسیم حدیث

79 .....	◎ وجہ حصر و اقسام اولیہ .....
79 .....	◎ تعریف حدیث صحیح .....
80 .....	◎ شرائط صحیح حدیث .....
80 .....	◎ اقسام حدیث .....
80 .....	◎ حدیث حسن لذات .....
80 .....	◎ حدیث صحیح لغیرہ .....
80 .....	◎ حدیث حسن لذات .....
80 .....	◎ حدیث ضعیف .....
80 .....	◎ حدیث حسن لغیرہ .....
81 .....	◎ عدالت .....
82 .....	◎ عدل روایت و عدل شہادت کے درمیان فرق .....
82 .....	◎ تعمیم عدل روایت .....
82 .....	◎ توضیح ضبط .....
82 .....	◎ ضبط صدر و ضبط کتاب .....

## اسباب طعن و جرح

83	کذب راوی	◎
83	حدیث موضوع	◎
85	تہمت	◎
85	حدیث متروک	◎
86	فتق	◎
86	جهالت راوی	◎
87	حدیث بھم	◎
87	بھم صحابی	◎
87	حدیث بھم بالفاظ تعدل	◎
87	بدعت	◎
87	مبتدع	◎
88	اقوال محدثین در رد قول حدیث مبتدع	◎
89	رائے حضرت مؤلف	◎

## وجوه و اسباب طعن متعلقة ضبط

90	فرط غفلت و کثرت غلط	◎
90	مخالفت ثقات	◎
90	وہم و نسیان	◎

تقدیر مشکوٰۃ المصانع

10

91 .....	@@ حافظ علی حدیث
91 .....	@@ سوء حفظ
92 .....	@@ حدیث مختلط
92 .....	@@ حکم حدیث مختلط

7

فصل

## حدیث غریب، حدیث عزیز

93 .....	@@ حدیث مشهور و مستفیض
93 .....	@@ حدیث متواتر
93 .....	@@ حدیث فرد
93 .....	@@ مراد از وحدت راوی
93 .....	@@ فرد نسبی و فرد مطلق
94 .....	@@ مراد از اثنیتیت راوی
94 .....	@@ مراد از کثرت راوی
95 .....	@@ صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ

8

فصل

## حدیث ضعیف

96 .....	@@ اقسام ضعیف
97 .....	@@ تقادره کلیہ دربارہ اصح الالسانید
98 .....	@@ توجیہات و اقوال علماء بر تجیرات امام ترمذی

9

فصل

## رتبه صحیح بخاری

@ 102 .....	صحیح بخاری و صحیح مسلم کے درمیان فرق
@ 103 .....	توقف بعض مشائخ و صحت امر اول
@ 103 .....	حدیث محقق علیہ
@ 103 .....	شرط حدیث محقق علیہ
@ 103 .....	تعداد احادیث متفق علیہ
@ 103 .....	بحث ترجیح و تقدیم احادیث
@ 104 .....	مطلوب شرط بخاری و مسلم

@ 106 .....	صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحت احادیث صحیحین
@ 106 .....	قول امام بخاری براہن
@ 106 .....	قول امام مسلم براہن
@ 106 .....	بجه ایمان و ترک احادیث صحیحہ
@ 107 .....	صحیح و متدرب حاکم
@ 107 .....	اعتراض ملحدین و جواب محدثین
@ 107 .....	تعداد احادیث بخاری
@ 108 .....	كتب صحاح - صحیح ابن خزیمه
@ 108 .....	صحیح ابن حبان

12

مقدمة مشکلہ المصائیع

108 .....	• متدرب حاکم
109 .....	• ممتاز حافظ مقدمی
109 .....	• دیگر صحاب
109 .....	• آراء محدثین بر کتب صحاب

13

فصلان

## صحاب ستة

110 .....	• رائے صاحب مصائیع
110 .....	• سمن داری
111 .....	• جمع الجواب علامہ سیوطی
111 .....	• ذکر ائمہ
112 .....	• خاتمه کتاب
112 .....	• دعائے مترجم



## طالبان دین کے لیے نایاب تخفہ

اوارہ دارالاہلاظ جہاں قرآن و سنت کے پھکتے دکتے موتیوں اور مکہتے پھولوں کی خوشبوؤں سے معطر دیدہ زیب "علم پارے" پیش کر رہا ہے، وہاں طلباء دین اور مشتاقان دین متن کے لیے بھی درسی کتب ایک نئے دیدہ زیب، جدید تقاضوں کے تحت، تحقیق و تجزیع کے زیور سے آراستہ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے میں روایا دواں ہے۔ اس سے قبل دارالاہلاظ کے پلیٹ فارم سے ◆ شرح نخبۃ الاحادیث ◆ شرح مائیہ عامل سوالا جوابا ◆ نخبۃ الاحادیث ◆ امثال اصطلاحات الحمد ثین ◆ سائل طہارت (سید سابق) ◆ سائل نماز (سید سابق) ◆ نورانی قاعدہ (چہار رنگہ تجویدی بعد مسنون نماز + بچوں کے لیے مسنون ہاترجمہ و باحوالہ اذکار و دعا میں) ◆ نورانی قاعدہ (سادہ سنگل کلر) بعد نماز و مسنون دعا میں، جیسی کتب منظر عام پر آچکی ہیں اور اہل علم کے طبقے نے ان کو بہت سراہا ہے۔

مندرجہ ذیل کتاب بھی مشتاقان علم کے لیے ایک نادر و نایاب تخفہ ہے جو تاریخ کے اور اق میں دفن ہو چکا تھا۔ پرانی کتب میں اس کا گاہے گاہے تذکرہ پڑھنے کو ملتا تھا لیکن بسیار خلاش کے بعد کہیں سے ملتا نہ تھا۔ اسے محترم فضیلۃ الشیخ استاذ الاسلام اساتذہ مولانا عمر فاروق سعیدی رض نے ڈھونڈ نکالا اور اس پر نظر ہافی کا کام کر کے اس کو چار چاند لگادیے۔ اس کے متعلق آپ مزید معلومات سعیدی صاحب رض کے مضمون میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تشكیان دین اس نادر و نایاب تخفہ جو اگر تاریخ کی گرد سے نکل کر آپ کے ہاتھوں میں آچکا ہے سے فائدہ اٹھائیں اپنی علمی پیاس بجھائیں اور کتاب کو منظر عام پر لانے میں معاون بننے والے سب بھائیوں کے لیے بلندی درجات اور قبولیت عمل کی دعا کریں۔

خاتم کتاب مشتمل

مہفوظ شہر

۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء

## خبر کی اہمیت

انسانی زندگی میں حرکت و تمحقق، اس کی ترقی و عروج اور اس کے علم و تدین کا حور "خبر" ہی ہے۔ خبر جس قدر اعلیٰ اور نفیس اور اس کا مجرب جس قدر زیادہ قابل اعتماد اور معنیت ہو گا اس معاملہ کی اہمیت اسی قدر اعلیٰ اور بالا ہو گی۔

دنیا کے تمام علوم بالخصوص دین و شریعت کی بنیاد "خبر" پر ہے۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کو ان کی آفرینش کے فوراً بعد اسماء حسنی اور دیگر چیزوں کے ناموں سے آگاہی دی گئی اور پھر یہی چیز ان کے لیے وجہ امتیاز بلکہ لاائق بود تھی۔ پھر اسی طرح اس دنیا نے رنگ دید میں آنے والا ہر نیا تنفس ہم مسلمانوں میں سب سے پہلے اللہ اکبر کی خبر پاتا ہے اور عملی زندگی میں اس پر واجب ہوتا ہے کہ اس خبر اور صدائے اللہ اکبر پر بلیک کہے۔

اور ہر شخص سمجھتا ہے کہ انسانی زندگی کے جملہ معاملات کی استواری صدق و عدالت اور امانت کی مرہون منت ہے اور دینی امور کا معاملہ تو سب سے بڑھ کر ہے تو یہی حقیقت ہے "علم اصول حدیث" کی۔

دوسرے ادیان و مذاہب کے بالمقابل اسلام نے اپنے اصول و فروع کے بیان و اظہار کے لیے راویوں اور مبلغین، مشائخ و مدرسین، خطباء اور دعاویٰ سب کے لیے تدین، اخلاق اور معاملات میں حفظ و ضبط اور کردار میں اعلیٰ معیار کا ہونا شرط قرار دیا ہے۔ اور یہ کہ ان کی خبر و بیان کا مصدر بھی موثوق و معنیت ہو جائی کہ حصول خبر کا ذریعہ اور واسطہ بھی معتمد ہو۔ اور اس کے لیے بڑی کڑی شرائط ہیں جو علم اصول حدیث میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔

زیر نظر رسالہ اس لحاظ سے علوم اسلامیہ حدیثیہ کے طلبہ کے لیے بالخصوص بڑا اہم ہے کہ دوسری تیسرا جماعت میں جب وہ مختلقة المصانع کا درس لینا شروع کرتے ہیں تو انہیں

یہ فن پڑھایا جاتا ہے۔ اور کہیں کہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضاش کا یہ رسالہ بھی زیر تدریس آتا ہے۔ تو یہ ایک علمی اور تاریخی دستاویز ہے اور اس کی اردو تعبیر طلبہ علوم اسلامیہ کے علاوہ دیگر اہل ذوق کے لیے بھی بطور علمی ضیافت کے پیش خدمت ہے۔ راقم نے اس کی عربی نص اور اردو ترجمہ کو گہری نظر سے دیکھا ہے مترجم محترم جناب خواجہ محمد علی صاحب نے ترجمہ اور اس کی عنوان بندی میں خوب مختصر کی ہے۔ راقم نے کہیں کہیں عبارت میں ضروری روانی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ عالی مرتب مصنف جناب الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رضاش کے درجات بلند فرمائے، جناب مترجم کی کاوش ان کے حسنات عالیہ میں شمار ہو اور ہم طلبہ علوم اسلامیہ و حدیث بُوی کے خوش چینوں کو اس سے کاملاً استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

دارالاٰباداغ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ اپنے شاگقین کے لیے عمدہ اور نفیس چیزیں پیش کرتا رہتا ہے۔ تقبل اللہ مساعی الجميع.

وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی والہ وصحبہ وسلم  
دعا ہو

ابو عمر فاروق السعیدی

۱۴۳۷ھ / ۱۳ جمادی الثانیہ

الرحمہ انشییوث

۲۰۱۶ء مارچ

منڈی دار برٹن

حکیم دلائل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## دیباچہ

### از مترجم

لِلّٰهِ ۝ الْحَمْدُ حَمْدًا يَلِيقُ بِالْاَحَدِ الْوَثِيرِ الَّذِي هُوَ جَدِيرٌ بِأَنْ قَالَ عَرَفَ مِنْ قَائِلٍ: ”يُسَتَّرُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمَمِ بِرَسُولًا مِّنْهُمْ يَنْهٰوْ عَلَيْهِمْ اِيَّاتٍ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُجَّةَ۔“ فَعَلٰى عَيْنِ الرَّحْمَةِ وَيَنبُوعُ الْحُكْمَةِ وَيَنْسِيْحُ الرِّسَالَةَ وَفَخْرُ الْخِلَافَةِ الْصَّلَوَاتِ وَالسَّلَامُ بِالْتَّعْبِيَاتِ الْزَّائِكَاتِ الْوَافِرَاتِ وَعَلٰى اِلٰهٖ وَصَاحِبِهِ وَأَوْلَائِهِ وَأَمَّتِهِ فَإِنَّهُ هُوَ خَيْرُ الْآلاءِ وَوَسِيلَةُ النَّعَمَاءِ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِيثٌ، فَإِنَّهُ هُوَ ضِئْضَىُ الْقُطْقِ وَنُورُ الْعُقُولِ۔

اما بعد! جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنت کے علمی تحقیقی حیثیت سے مشائخ حدیث نے چار اہم شعبے قرار دیئے ہیں: (۱) حدیث کی روایت (۲) حدیث کی درایت (۳) حدیث کے درجات۔ (۴) حدیث کے ناقلين و رواۃ کے درجات۔ چنانچہ علم حدیث کا اطلاق اس علم کے ان چار اہم شعبوں پر ہوتا ہے۔

مشائخ حدیث میں معتقدین نے ان چاروں شعبوں میں کوئی بین فرق ذکر نہیں کیا، لیکن متاخرین نے ان میں باہمی ایسا فرق و امتیاز بیان کیا ہے جس سے علم حدیث کا ہر شعبہ

---

❶ عربی خطبہ اس تقرییڈا کا ہے جو میرے والد ماجد مولا نا خوبی خور شید حسن شاہ صاحب دامت برکاتہم نے اس اردو شرح پر لکھی ہے۔ میں اس عربی خطبہ کو تحریر کا اس دیباچہ کا خطبہ ہاتھے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔  
فَلَلَّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمَنَةُ

ایک درس سے جدا اور ممتاز ہو گیا ہے۔

حدیث کی روایت کو ”علم روایتِ حدیث“ اور حدیث کی درایت کو ”علم اصول حدیث“ کہتے ہیں۔ علم روایت حدیث کے ہر طالب و شاائق کو اس کی درایت کے اصول معلوم کرنا از بس ضروری ہیں۔ اس لیے مخلوٰۃ شریف پڑھنے والوں کو شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی (رض) کا ”مقدمہ علم حدیث“ سبقاً سبقاً پڑھایا جاتا ہے۔

حضرت مؤلف رض (رسول نے اصول حدیث کو تیرہ فصلوں میں مخلوٰۃ شریف کی عربی شرح (المعات) پر بطور دیباچہ کے لکھا ہے۔ چنانچہ اپنی تالیفات کی فہرست میں اپنی عربی شرح کا ذکر کرتے ہوئے اس کی بابت لکھتے ہیں:

**وَأَخْوَالُهُ وَكَيْفِيَّتُهُ (أَيِ الْحَدِيثُ)** مذکورہ فی دیباچہ، طلبہ واللہ علم میں یہ دیباچہ مقدمہ مخلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ ہم اسی بابرکت نام سے اس کا اردو میں ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اس مقدمہ میں حدیث و سنت کو بطریق درایت حاصل کرنے کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔

موجودہ دور میں اردو زبان دنیا کی اور علی زبانوں کے ہم پا یہ مانی جانے لگی ہے۔ اس پر یہ ترجمہ اردو زبان کی ایک مفید علمی خدمت ہے اور اردو دان طبقہ کے لیے بے حد نافع ہے۔ جہاں اس سے عربی طلبہ کی ان مشکلات کا کافی حل تک حل ہو سکے گا جو ان کو تحصیلِ حدیث کے زمانہ میں پیش آتی ہیں۔ وہاں اس انگریزی تعلیم یافت طبقے کو جو اسلامی شعور سے بہرہ و را اور اپنے اسلامی علوم و قدیم روایات کا ولدادہ ہے، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے لیے درایت و صیرت کا ایک اصولی معیار مل جائے گا۔ جس سے ان کے دلوں میں روایات و احادیث کی عظمت و وقت زیادہ مستکم ہو کر اذعان و یقین کا باعث اور ایمان پر استقامت کا موجب بنے گی۔

اس ”مقدمہ علم الحدیث“ میں فنِ حدیث کے متعلق ایسی بنیادی اور ابتدائی معلومات فراہم کی گئی ہیں اور علمِ حدیث کے وہ اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں جن کا جانتا حدیث

شریف کا شغل رکھنے والے ہر بتدی و فتنی کے لیے ضروری ہے۔  
کیونکہ اول تو دنیا کا کوئی علم و فن بلکہ کوئی صنعت وہ نہ اس کے اصول و قواعد معلوم کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور طالبین علوم عربیہ جانتے ہیں کہ علم قرآن و حدیث جو عربی کے علوم لسانیہ و فنون عقلیہ سیکھنے کا مقصد اولین ہے بدون اصول تفسیر و اصول حدیث معلوم کیے صحیح طور پر آہی نہیں سکتا اور قرآن و حدیث کے حقیقی مطالب اور واقعی مراد پر کوئی طالب و تحصیل اس وقت تک کا حقہ اطلاع نہیں پا سکتا جب تک ان کے قواعد و اصول اور مبادی و قوانین سے واقف نہ ہو جائے۔

فقہ فی الدین کا تمام تردار و مدار قرآن نہیں اور حدیث وانی پر ہے۔ اور ان دونوں میں مہارت اور کمال ان کے اصول جانے پر موقوف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رض نے ”عجالہ نافعہ“ میں حضرت امام محمد باقر رض کا مقولہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

إِنْ فِيقَهَ الرَّجُلِ بَصِيرَتُهُ بِالْحَدِيثِ أَوْ قَالَ فِطْنَتُهُ بِالْحَدِيثِ .  
”انسان کے فقیہ ہونے یعنی دین و دنیا کے معاملات میں فہیم اور بحمدار ہونے کی علامت یہ ہے کہ حدیث پر گہری نگاہ رکھے اور واتائی کے ساتھ اس کو سمجھے۔“ ①  
كتاب اللہ اور اس کے بعد سنت و احادیث رسول ﷺ، یہی دو چیزیں شریعتِ اسلامی کی اصل و بنیاد ہیں۔

احادیث اور سیرت نبویہ قرآن حکیم کی شرح و تفسیر ہیں:

انسان کی جسمانی و روحانی اصلاح اور معاش و معاد کی فلاخ کے لیے خالق قدوس نے اپنا ازلی کلام اور نورانی علم قرآن مجید اپنے آخری تنبیہر ہادی عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا، اور اس نبی اُمی صاحب علم الاؤلین والآخرين ﷺ نے اپنی سیرت و اخلاق اور

❸ قواعد التحدیث، للعلامة جلال الدين القاسمي الدمشقي۔ الحجۃ فی ذکر الصحاح  
الستة۔ للواب صدیق حسن خان (سعیدی)

## مقدار مشکلہ المصالح

19

اپنے افعال و اقوال و احوال سے اس علم ربانی اور کلام الہی کی صحیح، پچی اور جیتی جاگتی عملی تصوری ہمارے سامنے پیش فرمائی تاکہ کتاب اللہ اور احکام الہی پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔  
گویا قرآن حکیم کو دین و شریعت کے لیے متن اور اساس بنیاد کا درجہ ملا اور حضور انور ﷺ کی سیرت طیبہ یعنی آپ کے زبان مبارک سے فرمائے ہوئے ارشادات و اقوال اور اعضائے شریفہ سے کیے ہوئے افعال و اعمال اور آپ کی عادات و اطوار اور احوال و حالات، جن کے مجموعہ کو سنت یا احادیث و روایات اور اخبار و آثار کہا جاتا ہے، اس متن کے لیے شرح و بیان اور اس بنیاد و اساس کے لیے عمارت اور اس کے تعمیری گوشے اور حصے قرار پائے۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کے اخلاق و آداب اور اقوال و افعال و احوال سے کلام ربانی کی تفسیر و تشریع نہ کی جائے اور علم الہی کو آپ کے عمل پر منطبق نہ کیا جائے تو ہم کلام الہی پر اس کے مکالم کی مراد کے مطابق اطلاع نہیں پاسکتے۔ اور قرآن پاک کے اوصاف و نواہی اور احکام شرعیہ پر احکام الحاکمین کے مشاکیں کے موافق عمل پیر انہیں ہو سکتے۔

**فَهُوَ الْمُفَسِّرُ لِكِتَابٍ وَإِنَّمَا  
نَطَقَ النَّبِيُّ لَنَا بِهِ عَنْ رَبِّهِ**

کلام الہی کے ضبط و تحفظ اور نقل و روایت کو جو لو اتر اور شہرت کا درجہ حاصل ہے، وہ دنیا کی کسی الہامی اور غیر الہامی کتاب کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ مسلمانوں نے جس طرح قرآن شریف کی حفاظت کی، اس کو اپنے دماغوں اور سینوں میں محفوظ کیا، اس کی نظریہ تاریخ عالم کسی کتاب کے متعلق بھی نہ پیش کر سکی ہے اور نہ پیش کر سکے گی۔

یہی حال کلام رسول ﷺ اور حدیث و سنت کا ہے۔ آغاز ہی سے مسلمانوں نے اپنے پیغمبر ﷺ کی احادیث و سفن اور اخلاق و آداب کے جمع و تدوین، صیانت و حفاظت اور نقل و روایت کے لیے جو سعی کی اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں احادیث رسول اللہ ﷺ کے صحیفے ہیں۔ اور انسانی کلام میں اصح ترین کلام جو

سائز ہے چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی بعینہ موجود ہے، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت و احادیث ہیں۔

### جمع و تدوین حدیث:

حدیث کی جمع و تدوین کا سلسلہ پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ بعد کی صدیوں میں حدیث کی چھوٹی بڑی مختصر و مطول کتابیں مدون و مرتب ہوئیں۔ امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابو داؤد، امام ابن ماجہ، امام طحاوی، امام بغوي رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشاہیر ائمہ نے احادیث کے مجموعے مرتب کیے جو دنیا نے اسلام میں رائج و شائع اور مشہور و مقبول ہوئے اور امت کے لیے لائق استدلال و قابل عمل قرار پائے۔

حتیٰ کہ ۲۷۷ ہجری میں "خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ" نے اپنے استاد و شیخ "شرف الدین طبی رحمۃ اللہ علیہ" کے مشورہ اور اعانت سے "محی السنہ بغوي رحمۃ اللہ علیہ" کی مرتب کردہ کتاب حدیث "مصابیح السنہ" کو مختصر کیا، اس میں چند اہم تبدیلیاں کیں اور حذف و اضافہ کے بعض تغیرات سے "مشکوہ المصابیح" کو تیار کیا۔ شیخ نے اپنے شاگرد کے مرتب کردہ اس مجموعہ احادیث پر شرح لکھی۔ اس اعتبار سے غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس کا شاگرد نے متن تیار کیا اور استاد نے شرح لکھی۔

مصالح السنہ، مشکوہ المصابیح کی اصل ہے۔ جیسا کہ خود مؤلف مشکوہ نے بھی تفصیل کے ساتھ خطبہ کتاب میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حَيْثُ قَالَ) وَسَرَدَتُ الْكُتُبَ وَالْأَبْوَابَ كَمَا سَرَدَهَا وَاقْتَنَيْتُ أَثْرَهُ فِيهَا .....

### مذکورہ مؤلف "مصابیح السنہ":

صاحب مصالح کا نام حسین بن مسعود بن الفراء الغوی ہے اور ابو محمد کنیت ہے۔ نام اور کنیت سے زیادہ محی السنہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ علماء نے آپ کو (درکن الدین) کا بھی خطاب دیا ہے۔ "محی السنہ" کے لقب سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نے حدیث کی ایک کتاب "شرح السنہ" کے نام سے مرتب کی تو نبی کریم ﷺ کی

زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھ جیسا تم نے میری سنت کو زندہ کیا۔ اسی دن سے آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا بلکہ بمنزل علم کے ہو گیا۔ ”فراء“ آپ کے والد مسعود کا لقب ہے۔ جس کے معنی ہیں پوتین دوز ۱۔ لیکن یہ وہ فراء نہیں جو مشہور نجومی ہیں۔ اور ”بغوی“، ”لغ“ یا ”بغور“ کی طرف نہت ہے۔ یہ ایک بہتی کا نام ہے جہاں کے آپ رہنے والے تھے۔ یہ بستی خراسان میں مروا اور ہرات کے درمیان واقع ہے۔ آپ نہ بہاشافعی تھے اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر عالم دین، فن قراءات کے ماہر، مفسر، محدث، فقیہ اور عابد وزاہد سادہ مزاج بے تکلف بزرگ تھے۔ آپ نے قاضی حسین المرؤی رضی اللہ عنہ سے فقہ اور صیرفی رضی اللہ عنہ وغیرہ کبار محدثین سے حدیث حاصل کی۔ آپ سے ابو موسیٰ مدینی اور شیخ ابو الجیب سہروردی رضی اللہ عنہما وغیرہ مانے علم حاصل کیا۔ آپ کی تصانیف بہت بلند پایہ ہیں۔ تفسیر میں ”معالم التنزیل“ اور حدیث میں ”شرح السنۃ“ اور ”جمع بین الصحیحین“ اور ”مصابیح السنۃ“ جس کا اختصار خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے کیا اور فقہ میں ”تهذیب“ آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بغوی رضی اللہ عنہ کا قول غلط نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا زہد اس درجہ پر ہوا تھا کہ عرصہ دراز تک بغیر سالن کے سوکھی روٹی پر بسر کرتے رہے۔ جب شاگردوں نے بہت کہا سنا کہ سوکھی روٹی سے حد درجہ کمزوری ہو جائے گی تو سے رونگ زیست کے ساتھ کھانے لگے۔ تمام عمر محتاجی ۲ میں گزاری اور ۱۶۵ ہجری میں وفات پائی۔

”بغوی رضی اللہ عنہ“ کی ”مصابیح السنۃ“ کو مختصر کرنے اور ایک خاص فتح پر مرتب کرنے کی ”امام شرف الدین طیبی“ نے اپنے شاگرد جلیل ”ولی الدین خطیب تبریزی“ کو بدایت کی اور اس کا نام ”مشکوٰۃ المصابیح“ تجویز کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔ چنانچہ خطیب تبریزی نے اپنے استاد کے میں کردہ اسلوب پر ”مصائب“ سے ”مشکوٰۃ“ کو تایف کیا۔

۱ یا پوتین فروش (یعنی: بالدار کمال کا بالس۔ کمال کا کوٹ۔ چڑے کا کرۂ)

۲ یعنی نقد و استقناہ۔

”الدرر الكامنة“<sup>٤</sup> میں ہے: ”وَأَمْرَ بَعْضَ تَلَامِذَتِهِ بِالْخُتْصَارِ الْمَصَابِيحِ عَلَى طَرِيقَةِ نَهْجَهَا لَهُ وَسَمَاءُ الْمِشْكُوَةِ وَشَرَحَهَا هُوَ شَرْحًا حَافِلًا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ ”خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ طبیب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

خود مؤلف نے مشکوہ کے اسمائے رجال پر ”اكمال فی اسماء الرجال“ کے نام سے جو کتاب لکھی ہے، اس میں اسی بات کا ذکر کیا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے استاد علامہ طبیب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے اور اعانت سے تالیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَأَنَا أَضْعَفُ الْعِبَادَ الرَّاجِئِيْنَ عَفْوَ اللَّهِ تَعَالَى وَغَفْرَانَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَطِيبِ بْنِ مُحَمَّدٍ بِمُعَاوَةِ شَيْخِيْ وَمَوْلَائِيْ سُلْطَانِ الْمُفَسِّرِيْنَ وَإِمَامِ الْمُحَقِّقِيْنَ شَرَفِ الْمُلْمَةِ وَالَّذِيْنَ حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ الْطَّيِّبِ۔

علامہ طبیب رحمۃ اللہ علیہ مشکوہ کی شرح میں، جس کا نام الکاشف عن حقائق السنن ہے اور اہل علم میں شرح طبیب کے نام سے مشہور ہے، لکھا ہے کہ میں نے اپنے دینی بھائی خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ احادیث نبویہ علی صاحبها الصلة والتحیۃ کا ایک مجموعہ مرتب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو ہم دونوں کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی ”مصابیح“ کا تکملہ لکھا جائے اور اس کی ترتیب کو بدلتے ہے سرے سے ایک مجموعہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کوشش صرف کر کے اس کی تالیف سے فراغت پائی اور میں نے اس کی شرح لکھنا شروع کی:

حيث قال: كنت قبل قد استشرت الأخ في الدين المساهم في اليقين بقيمة الأكباد وقطب الصلحاء وشرف الزهاد والعباد ولبي الدين بن محمد بن عبد الله الخطيب دامت بركته بجمع اصل من الأحاديث المصطفويه على صاحبها افضل التحية والسلام فاتفق رأينا على

تکملة المصابیح وتهذیبہ (الی ان قال) ثم انه بذل وسعة فلما فرغ عن اتمامه شمرت ساق الجد فی شرح معضله . الخ  
ان مذکورہ حوالہ جات سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ خطیب تبریزی رضی اللہ عنہ (مؤلف مشکوٰۃ) علامہ طیبی (شارح مشکوٰۃ) کے شاگرد ہیں اور مشکوٰۃ شریف دونوں کے باہمی مشورہ سے تبریزی رضی اللہ عنہ نے تالیف کی اور طیبی نے اس پر شرح لکھی۔

### مؤلف "مشکوٰۃ المصابیح"

مؤلف مشکوٰۃ کا نام "محمد بن عبد اللہ بن محمد العمری الخطیب التبریزی" یا محمد بن عبد اللہ بن محمد ہے۔ ابو محمد کنیت، خطیب لقب اور ولی الدین خطاب۔ فاروقی نسب ہے اور تبریز کے رہنے والے ہیں۔

مولانا قطب الدین خاں صاحب محدث دہلوی نے "مظاہر حق" میں، جو کہ مشکوٰۃ کا اردو ترجمہ ہے، لکھا ہے کہ شروح میں مشکوٰۃ کا اختتام (باب ثواب هذه الامة۔ حدیث بهز بن حکیم) پر ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں یہ عبارت بھی صاحب مشکوٰۃ سے منقول ہے:

ثم قال مؤلف الكتاب شكر اللہ سعیہ واتم علیه نعمته قد وقع الفراغ من جمع الاحادیث النبویة (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) اخر يوم الجمعة من رمضان عند رویۃ الہلال لشوال سنة سبع وثلاثین وسبعمائة بحمد اللہ وحسن توفیقہ.

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکوٰۃ کے جمع و تالیف کا کام "۷۳۷ھجری" میں جمع کے دن شوال کی چاند رات کو انجام کو پہنچا۔ گویا اصل کتاب کی تالیف سے دوسرا کیس برس بعد (اگر سال وفات مصنف ۵۱۶ھجری کو سال تصنیف قرار دیا جائے) مشکوٰۃ تالیف ہوئی۔

ملا علی قاری رضی اللہ عنہ نے اپنی شرح مشکوٰۃ (مرقات ص ۱۰ جلد اول) میں لکھا ہے کہ "مصالح" میں چار ہزار چار سو چوتیس (۲۲۳۴) حدیثیں تھیں۔ مؤلف مشکوٰۃ نے پندرہ سو

گیارہ (۱۵۱) حدیثیں اور زیادہ کیں تو مشکوٰۃ میں کل حدیثیں پانچ ہزار نو سو پینتالیس (۵۹۳۵) ہوتیں۔ یعنی پچھن کم چھ ہزار احادیث۔

صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ کے رجال و رواۃ کے ذکر میں بھی ایک تایف کی ہے۔ الاکمال فی اسماء الرجال اس کا نام ہے اور اس کی تصنیف سے میں رجب ۲۸۰ ہجری کو جمعہ کے دن فراغت پائی۔ اور اس کو بھی مشکوٰۃ کی طرح اپنے استاد و شیخ کی خدمت میں پیش کر کے تحسین و قبول کی سند حاصل کی۔

چنانچہ اکمال کے آخر میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُؤْلِفُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَعَ ذِكْرُهُ فِي أَخِيرِ الْكِتَابِ كَمَا وَقَعَ إِسْمُهُ فِي أَخِيرِ الْحُرُوفِ (إِلَى آنَّ قَالَ) وَقَرَغَتْ هُذِهِ تَصْنِيفًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَشْرِينَ رَجَبَ الْحَرَامِ الْفَرِدِ سَنَةً أَرْبَعِينَ وَسَبْعِينَ مِنْ جَمِيعِ وَتَهْذِيْبِ وَتَشْذِيْبِ (حَتَّى قَالَ) ثُمَّ عَرَضَتْهُ عَلَيْهِ كَمَا عَرَضَتُ الْمِشْكُوٰۃَ فَأَسْتَخْسَنَهَا كَمَا أَسْتَخْسَنَهَا وَاسْتَجَادَهَا الْخُ (وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

صاحب مشکوٰۃ آٹھویں صدی ہجری کے متاز علمائے اسلام اور اکابر دین میں ہوئے ہیں۔ آپ کے اس سے زیادہ حالات اور کامل سوانح حیات اس وقت تک مجھے کسی کتاب سے معلوم نہیں ہو سکے۔ لہذا اسی پر اتفاقاً کرتا ہوں۔

صاحب مشکوٰۃ کے استاد اور مشکوٰۃ کی جمع و تایف کے اصلی محرك اور اس کے سب سے پہلے شارح علماء طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ”حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی“ ہے۔ ”اکمال“ میں آپ کی ولدیت محمد بن عبد اللہ کے بجائے عبد اللہ بن محمد ذکر کی گئی ہے۔ علامہ طیبی شافعی مذهب تھے اور اپنے زمانے کے جلیل المرتبت علم دین حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ”امام“ لکھا ہے۔ نہایت تحقیقی، متواضع، حقیق اور با مرودت تحقیقی بزرگ تھے۔ اپنے والد سے بہت سا مال و اسباب ترکہ میں پایا لیکن سب کو اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ اور آخر عمر میں بالکل فقیر ① یعنی مال و جاہ سے ہر لحاظ سے بے پروا اور مستغنی۔

ہو گئے۔ آپ کے زمانہ میں اہل بدعت اور فلاسفہ کا بہت زور اور غلبہ تھا لیکن آپ کھلم کھلا ان کی خالفت کرتے اور ہمیشہ ان کی ترویدی کے درپے رہتے تھے۔

صاحب مشکوٰۃ اور علامہ طبیٰ کا آپس میں استادی شاگردی کے علاوہ نہایت گہری محبت کا تعلق تھا اور ایک دوسرے کی بے حد تعظیم و حکریم کرتے تھے۔

### علامہ طبیٰ کی تالیفات:

علامہ طبیٰ ہاشم کی اس شرح کے علاوہ اور تصنیفات بھی ہیں۔ علم تفسیر میں ایک "شرح کشاف" ہے۔ جس میں صاحب کشاف (معتزلی) کی اہل سنت کی طرف سے ترویدی کی ہے اور اصول حدیث میں بھی ایک ایک رسالہ ہے جس کا نام "خلافہ فی اصول الحديث" ہے اور معانی و بیان میں بھی ایک تصنیف ہے۔ "تبیان فی علم المعانی والبیان" اور اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ آخر مریض طبیٰ ہاشم نے ایک بڑی تفسیر لکھنا شروع کی۔ لکھ لیتے اور پھر ایک بڑے مجمع میں اس کو پڑھ کر سنادیتے۔ صبح سے ظہر تک ایک اجتہاد عظیم کے سامنے اپنی تالیف کردہ تفسیر کا درس دیتے اور عصر کے وقت سے صبح بخاری سانتے۔ جس دن ان کی تفسیر ختم ہوئی تو بخاری کے درس کے لیے مسجد میں گئے اور عصر کی سنتیں پڑھ کر جماعت کے انتظار میں قبلہ رو بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہو گئی۔ پھر کا دن تھا۔ شعبان کی تیرہ تاریخ ۱۴۳۷ھ فَرَحِمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَى تَلْمِيذِهِ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ۔

### مشکوٰۃ المصانع کی شہرت:

دنیا میں سب سے بڑی عزت جو کسی کتاب کی ہو سکتی ہے وہ اس کی مقبولیت اور شہرت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کو یہ بات حاصل ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کی احادیث و روایات کے اس مجموعہ طبیبہ میں فیض زسامی کی اتنی برکت عطا فرمائی اور اس کو ایسی دائیٰ اور عالمگیر شہرت و مقبولیت کی عزت بخشی کر زمانہ تالیف ۱۴۳۷ھ سے اب تک تمام اسلامی ممالک کے دینی و قومی مدارس اور ذاتی تعلیم گاہوں میں اس کا درس بر امیر جاری ہے۔ اور رہتی دنیا تک اس کو یہ عز و قبول حاصل رہے گا۔

مؤلف مشکلہ کے شاگرد رشید علامہ عصر امام الدین ساؤ جی صدیقی کی روایت سے مشکلہ شریف رائج و مشہور ہوتی۔

ہندوستان میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب کہ علوم و فنون عقلیہ منطق و فلسفہ علم کلام کا زور اور چرچا تھا، حدیث میں صرف یہی ایک کتاب داخل درس تھی۔ اسی کو پڑھ کر محدث بن جاتے تھے۔ اگرچہ اس کا درس بھی بطور تبرک کے تھا۔ لیکن جب سے حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارپوری (جو دنیاۓ اسلام میں اکثر کتب صحاح کے اوپرین طالع و ناشر اور صحیح دوستی ہیں اور ہمارے دیار میں بھی بخاری کے لقب سے مشہور ہیں) اور پھر ان کے بعد ان کے دو جلیل الشان اور رفیع المنزرات تلمذہ (حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نافوتی بانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ذریعہ احادیث نبوی (علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام) کی دس بارہ کتابیں بطریق دورہ ایک سال میں پڑھائے جانے کا دستور بخاری ہوا۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے دینی مدارس اور مذہبی تعلیم گاہوں میں درس حدیث کے سلسلہ میں سب سے پہلے مشکلہ شریف پڑھائی جانے لگی اور دورہ حدیث میں شریک ہونے کے لیے مشکلہ کا پڑھنا لازم قرار پایا۔ اور مشکلہ سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کا "مقدمہ فی مصطلحات علم الحدیث" جو فن حدیث کے اصول و اصطلاحات پر مختصر مقدمہ ہے۔ داخل درس اور جزء نصاب بنایا گیا۔

استاد الکل ملحق الاصغر بالاکابر حضرت محدث سہارپوری رضی اللہ عنہ نے جب سب سے پہلے اپنے تکمیلہ و تصحیح کے ساتھ مشکلہ شریف شائع کی تو محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کے اس مقدمہ کو بھی شائع کیا۔ لیکن اب تک اس کی کوئی ایسی خدمت نہیں ہوئی جو اس کے لائق اور مناسب ہوتی جیسی کہ درس نظامی کی اور کتابوں کی ہو پہنچی ہے۔ اس کی کوئی شرح اور فارسی اردو وغیرہ میں کوئی ترجمہ بھی نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ ایک درسی کتاب قرار دی گئی ہے اور "تجنیۃ الفکر" سے پہلے پڑھائی جاتی ہے۔ تجنیۃ الفکر اصول حدیث کی صرف ایک ہی داخل درس کتاب ہے۔ اس کے

شروع و حواشی، تعلیقات و تراجم اور خلاصے سب کچھ لکھے گئے جس میں حضرت محمد سہارپوری کے حلیل المرتبت شاگرد مفتی عبداللہ صاحب ٹوکنی ڈکٹ کا حاشیہ "عقد الدرر" نہایت نافع ہے۔ لیکن حدیث دہلوی کے اس مقدمہ کی کوئی قابل ذکر اور طلبہ و اہل علم کے کار آمد شرح یا ترجمہ وغیرہ تحقیق و تفصیل کے باوجود بھی ہمیں معلوم نہ ہو سکا اور گواں کی عربی سہل ہے مگر فن اصول اور اصطلاح حدیث کی کتاب ہونے کی بناء پر علم روایت و حدیث کے اصولی مباحث وسائل پر مشتمل ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ علم حدیث کے طلبہ و شاگین کے لیے اس کو زیادہ سے زیادہ سہل بنایا جائے تاکہ روایت کو بطریق درایت حاصل کرنے میں آسانی ہو اور طلبائے حدیث کو حدیث دانی اور انہم مطالب حدیث میں مددے۔ یہ اردو ترجمہ اس مقدمہ کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے کہ اردو زبان چونکہ ہندوستان<sup>❶</sup> کے ہر صوبہ میں بولی بھی اور لکھی پڑھی جاتی ہے اس لیے علم حدیث کے اصول و قواعد کو بھی اپنی مادری زبان میں خوب سمجھ کر پڑھیں تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو اور حدیث کی تعریف اور اس کی اقسام و تقسیم اور اس کے مدارج و مراتب اور متعلقہ مباحث وسائل پر بہولت عبور حاصل کر کے اپنے روح و تن کو مشکوٰۃ نبوت کے انوار و تجلیات سے روشن اور منور کر سکیں۔

مشکوٰۃ شریف احادیث نبوی علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کی ایسی بارکت و پر عظمت مستند و مقبول کتاب ہے کہ حلیل القدر علامے اسلام اور مشائخ حدیث نے ہمیشہ اس سے بہت کافی شغف رکھا ہے اور ایسا ہونا بھی ضرور تھا، کیونکہ قرآن شریف کے بعد دین کی تفصیل اور تمام نبیوں احادیث و روایات ہی پر ہے۔ کتاب اللہ کی تفسیر، اس کے اجمال کی تفصیل، اس کے ایجاز اور مشکل مقامات کا بسط و بیان، عقائد کی توضیح، اعمال کی تشریع اور تمام افعال شرعیہ کی تعین کامل طور پر سنت و حدیث ہی کے ذریعے سے بیان کی گئی ہے۔ عربی فارسی اردو میں مشکوٰۃ کی شرحیں، حواشی، تعلیقات، اسمائے رجال، تراجم وغیرہ لکھے گئے ہیں جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا اس کی سب سے پہلی شرح علامہ ٹوکنی ڈکٹ نے لکھی۔ جن کی

❶ اور اب پاکستان میں بھی۔

وفات ۳۲۷ءے ہجری میں ہوئی۔ گویا متن کی تالیف سے چھ برس کے اندر اندر شرح تیار ہوئی۔ یہ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ ① البتہ احادیث کے مطبوعہ شروع و حواشی اور تعلیقات و تراجم دیگرہ میں اس کے حوالے ملتے ہیں اور اس کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ لیکن یہ اصل شرح بھی تمام و مکمال موجود ہے اور ہندوستان کے بعض کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے محفوظ ہیں۔ اس کے شائع ہونے سے ایک مستند ذخیرہ منقولات ضائع ہونے سے فوج جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی اہل ہمت مسلمان کو یا کسی قومی ادارے کو اس کی اشاعت کی توفیق بخیش۔

مسکلہ شریف ہی کی ایک بڑی معقول و مقبول خدمت یہ بھی شمار کی جانی چاہیے کہ اس کی احادیث و روایات کے متعلقہ مباحث و مسائل پر فی الجملہ بصیرت پیدا کرنے کے لیے اس پر فضیحتیں سے اصول کا ایک مقدمہ سلسلہ درس و تعلیم میں داخل کیا گیا اور گویہ مقدمہ مؤلف کی کوئی مستقل تصنیف نہیں بلکہ ان کی شرح مسکلہ کا دیباچہ ہے۔ لیکن علم حدیث و فن روایت کی ایک اصوصی اور مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے۔

تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اس کے مؤلف محدث الہند حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں صدی ہجری کے مشاہیر علمائے محدثین میں سے ہیں اور ہندوستان میں علم حدیث کے شائع کرنے اور روانج دینے والوں میں سب سے پہلے بزرگ ہیں۔ ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان، تلامذہ اور اسی سلسلہ کے دیگر منتسبین اہل علم، دیار ہند میں علم حدیث و کلام رسول اللہ ﷺ کے ناشر و مروج اور معلم و مبلغ ہیں۔

حضرت شیخ کی عربی و فارسی میں بکثرت تصنیفات ہیں لعدہ ہر کتاب اپنے موضوع و مضمایں کے اعتبار سے بہت بلند پایہ اور با برکت و فتح رسائی ہے۔ آپ نے اپنی تالیفات کی ایک فہرست بھی مرتب کی ہے جس کا نام ”تالیف قلب الانیف“ بكتابہ فهرس التسوالیف“ ہے۔ فارسی میں سولہ صفحہ کا رسالہ ہے۔ ۱۳۰۹ ہجری میں مطبع بیہقی دہلی میں

① گраб یہ محمد اللہ مطبوعہ ہے۔

چھپا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی ہر تصنیف کا نام اور مختصر حال و کیفیت لکھی ہے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف کی چار خدمتیں انعام دی ہیں۔ فہرست کے صفحہ ۱۱ پر مشکوٰۃ کے بارے میں اپنی خدمات کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

”فِيمَنْهَا لِمَعَاتُ التَّقْبِيْحِ فِي شَرْحِ مشْكَاةِ الْمَصَابِيْحِ“ وَهُوَ أَجَلُ وَأَعْظَمُ وَأَطْوَلُ وَأَكْبَرُ هَذِهِ التَّضْنِيْقَاتِ وَقَدْ جَاءَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ تَعَالَى وَسَائِيْدِهِ كِتَابًا حَافِلًا شَامِلًا مُفْيِدًا نَافِعًا فِي شَرْحِ الْأَحَادِيْثِ النَّبُوَيَّةِ (عَلَى مَصْدِرِهَا الصَّلَوَةُ وَالتَّحْجِيَّةُ) مُشْتَمَلَةً عَلَى تَحْقِيقَاتٍ مُفْيِدَةٍ وَفَوَائِدٍ شَرِيفَةٍ وُنْكَاتٍ لَطِيفَةٍ وَأَحْوَالٌ وَكَيْفَيَاتٌ مَكْتُوبَةٌ فِي دِبِيَاجَةٍ، قَرِيبَةٌ مِنْ ثَمَانِيْنَ أَلْفَ بَيْتٍ.

یہ شرح ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ ① مظاہر علوم سہار پور کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ ”واحْوَالُهُ وَكَيْفِيَاتُهُ مَكْتُوبَةٌ فِي دِبِيَاجَةٍ“ سے حضرت شیخ کی مراد یہی مقدمہ مشکوٰۃ ہے جس کو حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کے ساتھ لاحق کر کے شائع کیا اور جس کا آئندہ صفحات پر آپ اردو ترجمہ ملاحظہ کریں گے۔

”وَمِنْهَا: أَسْمَاءُ الرِّجَالِ وَالرُّؤَاهُ الْمَذْكُورِيْنَ فِي كِتَابِ المشْكَاةِ“ اثنا عشر الف بیت و کسر۔

اسماۓ رجال کی یہ کتاب بھی ابھی تک نہیں چھپی۔ مقدمہ مشکوٰۃ کے آخر میں حضرت شیخ نے مشکوٰۃ پر اپنی اسماۓ رجال کی کتاب کا نام ”اکمال بذکر اسماء الرجال“ بتلایا ہے۔ غالباً وہ بھی کتاب ہے اور صاحب مشکوٰۃ کی اسماۓ رجال کا نام بھی اکمال ہے۔ مگر وہ ”اکمال فی اسماء الرجال“ اور عموماً ہندوستان کے مطبوعہ مشکلوتوں کے آخر میں ملحوظ ہوتی ہے۔

”وَمِنْهَا: أَشْعَعَةُ الْلِمَعَاتِ فِي شَرْحِ المشْكَاةِ“ شرح فارسی مشکوٰۃ است کہ در

① اب یہ بھی بحمد اللہ مطبوع ہے۔

## مقدمة مشکوٰۃ المصانع

30

قدر و مرتبہ تلوی شرح عربی است، و در تفییح و تہذیب و ضبط و ربط راجح و فائت و در جم و ضخامت زیادہ از اس۔ آن نیز بتاید و نصرت الہی سجانہ شرح فیض اطیف مہذب مرغوب و مقبول آمده، کتابت آن مقدار صد و ہزار بیت باشد۔

یہ فارسی شرح شائع ہو چکی ہے۔ اور احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی توجیہ و تشریع اور بیان مطالب میں نہایت مستند، نافع اور متبرک مجموعہ ہے۔

”وَمِنْهَا: جامِعُ الْبَرَكَاتِ مُنتَخِبُ شَرْحِ الْمُشْكَاةِ“ مجموعہ آمده است شامل فوائد کثیرہ و خواص غزیرہ۔ و در ہر باب یک دو متن حديث ذکر کردہ در باقی احادیث بر مضمایں آن اقتصار کردہ و اختصار تمودہ شده است، کتابت آن مقداری دو ہزار بیت باشد۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے متعلق ان چار کتابوں کے علاوہ آپ کی حسب ذیل چند کتابیں شرح سفر السعادت، مدارج الدوّۃ، اخبار الاخیار، جذب القلوب الی دیار الحبوب، ماختب من النہ، رسالہ آداب لباس، المکاتیب والرسائل بہت مشہور ہیں۔ بارہ طبع ہو چکی ہیں اور اہل علم میں بہت مقبول ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے والد کا نام سیف الدین ہے۔ آباً احمد بخارا سے ہندوستان آئے۔ آپ دہلی میں محرم ۹۵۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم پائی، پھر جاز کے سفر سے مشرف ہوئے اور صاحب کنز العمال حضرت شیخ علی متقی کے شاگرد جلیل شیخ عبدالوهاب سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ آپ بائیس سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فراغت پاچکے تھے۔ علم سلوک و تصور حضرت خواجہ باقی بالله طاش سے نقشبندی طریق پر حاصل کیا تھا۔ اور حضرت غوث اعظم ① شیخ عبد القادر جیلانی سے خاص قلبی ارتباط رکھتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک اور روحانیت مطہرہ سے فیض یاب

---

① یہ لقب صوفیاء میں ازحد مردوج ہے مگر انہیں غالباً آمیز ہے۔ جائز نہیں کہ انہے علماء کو اس طرح کا لقب دیا جائے، جو خود سراپا محتاج اور محتاج ہیں۔ (سعیدی)

وسعات متذمّه۔ ①

اکبر بادشاہ کے دربار کی بدوینیوں سے تھک آ کر آپ نے گوشہ شنی اختیار فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ جہانگیر ابن اکبر کے زمانہ میں ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل، مادہ تاریخ وفات ہے۔ اور بعض علماء نے آپ کی تاریخ ولادت ”شیخ الاولیاء“ اور تاریخ وفات ”فخر العالم“ بیان کی ہے۔ آپ کا مزار دہلی میں تالاب شمشی کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ مقبرہ آپ کی وفات کے بعد تیار ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف کے سلسلے میں حضرت شیخ کی بابرکت مسامی کچھ ایسی بار آور اور مقبول ہوئیں کہ آپ کی شرح لمعات کا دیباچہ شرح کا دیباچہ نہیں رہا۔ بلکہ باضابطہ طور پر اصل متن مشکوٰۃ کا مقدمہ بن گیا ہے اور جزء نصاب ہو کر درس میں شامل ہے۔

اس عربی مقدمہ میں حضرت شیخ ہاشم نے علم حدیث کے مبادی نہایت جامع مانع طریق پر بیان کیے ہیں۔ گیارہویں فصل کے آخر میں صحاح کے مراتب اور شیخین کی شرائط صحت کی طرف اجمالی اشارہ کرتے ہوئے حوالہ دیا ہے کہ ہم نے اس کی پوری تفصیل (مرقاۃ شرح سفر السعادت) میں لکھی ہے۔ پھر تیرہویں فصل کے آخر میں حوالہ دیا ہے کہ ہم نے ان تیرہ ائمہ محدثین کے حالات اور ان کی کتابوں کے احوال، جن سے صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب میں روایات و احادیث کی تحریج کی ہے، اپنی تاریخ رجال کی کتاب ”اکمال“ میں

② یہ تعبیر بھی غالیانہ تصوف آمیز ہے۔ صحیح ترین بات وہ دعا ہی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے طلبہ حدیث کے لیے ثابت ہے:

”نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا أَسْمَعَ مِنَّا حَدِيْتَنَا فَحَفَظَهُ حَتَّى يُبَلَّغَهُ، فَرُبَّ حَامِلٍ فَقْوَةً إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ وَرُبَّ حَامِلٍ فَقْوَةً لَيْسَ بِفَقِيْهٖ.“

”اللّٰهُ تَعَالٰی أَنْ خُصُّ كُوْخُوش وَ خَرْمُ اُورْ شَادَاب رَكَّيْ جِسْ نَے ہم سے کوئی حدیث سُنی پھر اسے حفظ کیا اور یاد رکھتا کہ اسے پہنچائے، بہت سے علم و فقہ کے حامل اپنے سے بڑھ کر زیادہ دانا اور فقیہ لوگوں کو پہنچاتے ہیں، اور بہت سے علم و فقہ کے حامل ایسے ہوتے ہیں جو دراصل دانا اور فقیہ نہیں ہوتے۔“ (مسنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، حدیث: ۳۳۶۰، استادہ صحبیح) (سعیدی)

لکھے ہیں۔ لیکن فارسی شرح امتحان المعمات کے مقدمہ میں اصول حدیث پر بحث کرنے کے بعد ان مشائخ حدیث کے حالات و سوانح اور ان کی کتابوں کا بھی مختصر حال لکھا ہے۔

اس لیے راقم سطور نے (مقدمہ شرح سفر السعادت) اور (مقدمہ امتحان المعمات)..... کا شرح تسلیم کے طور پر اردو میں ترجمہ کیا ہے اور اس کے ساتھ خطبہ مشکوٰۃ کی فارسی شرح کو بھی اردو میں منتقل کیا ہے۔ کیونکہ خطبہ مشکوٰۃ کو طلبہ و معلمین مشکوٰۃ نہایت اہم اور مشکل سمجھتے ہیں۔ اس خطبہ کے حل کے لیے اور متعدد کتب فتن کے علاوہ مشکوٰۃ اور دوسری شروع و حواشی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

مشکوٰۃ کی سند کا مفصل تذکرہ راقم المحرف نے آداب الحمد شیعین میں لکھا ہے جو خاص طور پر مشکوٰۃ شریف پڑھنے والوں کے لیے فنی و کتابی مصطلحات، نیز حدیث کے مبادی و اصول پر جامع و مکمل اور مشکوٰۃ شریف کے متعلق نہایت اہم معلومات پر سیر حاصل تبرہ ہے۔ مقدمہ الشیخ کا اردو ترجمہ و شرح آپ کے سامنے ہے۔ اس مقدمہ میں عربی شرح بھی (زجاجۃ المشکوٰۃ) کے نام سے مرتب کی گئی ہے اور یہ سب انعامات الہی تھی کریم نبی اللہ علیہ السلام کے فیض تصدق سے حضرات محدثین کرام و مشائخ عظام کی روحاںی برکات کا عیم اتفاق اثر ہے۔ ①

حضرت حق جلن مجدد سے بطفیل النبی الائی ﷺ یقین رکھتا ہوں کہ میری ان خدمات کو خالصتاً لوجه الکریم قبول فرمائے مجھ سے راضی ہو جائیں گے اور اپنی مرضیات پر ثابت قدم رہنے کی توفیق پہنچیں گے اور طلبہ والل علم سے امید کرتا ہوں کہ مجھے فلاح دارین کی دعا میں شامل رکھیں گے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

**الْمُسْتَعِينُ بِاللَّهِ الْقَوِيِّ وَالْمُعْتَصِمُ بِذِيْلِ الْحَدِيْثِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

خوبیہ محمد علی احسن اللہ إلیہ

ڈوالقعدہ ۱۳۲۵ھ بھری

دفتر مکتبہ اسلامی

① دعا کا یہ اسلوب حضرات صوفیہ کے ہاں ازحد مردوج ہے مگر توحید خالص اور سنت صحیح سے موئید نہیں ہے۔ (سعیدی)

## مقدمة المشكوة

دبياجه

لمعات التنقیح شرح عربی مشکوٰۃ المصایح

(از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضالله)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُقْدَّمَةٌ ۝ فِي بَيَانِ بَعْضِ مُضْطَلَّاتِ حِلَالٍ وَحَرَامٍ مِمَّا يَكُفِيُ فِي  
شَرْحِ الْكِتَابِ مِنْ غَيْرِ تَطْوِيلٍ وَإِطْنَابٍ .

إِعْلَمُ أَنَّ الْحَدِيثَ فِي إِصْطَلَاحِ جَمْهُورِ الْمُحَدِّثِينَ يُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ  
النَّبِيِّ ﷺ وَفَعْلِهِ وَتَقْرِيرِهِ .

وَمَعْنَى التَّقْرِيرِ أَنَّهُ فَعَلَ أَحَدًا أَوْ قَالَ شَيْئًا فِي حَضُورِهِ ﷺ وَلَمْ يُنْكِرْهُ  
وَلَمْ يَنْهِهِ عَنِ ذَلِكَ . بَلْ سَكَّتَ وَفَرَرَ .

وَكَذَالِكَ يُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الصَّحَابَيْ وَفَعْلِهِ وَتَقْرِيرِهِ، وَعَلَى قَوْلِ  
الْتَّابِعِيِّ وَفَعْلِهِ وَتَقْرِيرِهِ .

فَمَا اتَّهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ الْمَرْفُوعُ .

وَمَا اتَّهَى إِلَى الصَّحَابَيْ يُقَالُ لَهُ الْمَوْقُوفُ كَمَا يُقَالُ قَالَ أَوْ فَعَلَ أَوْ  
قَرَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، أَوْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا ، أَوْ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ -  
وَمَا اتَّهَى إِلَى التَّابِعِيِّ يُقَالُ لَهُ الْمَقْطُوعُ .

وَقَدْ خَصَّصَ بَعْضُهُمُ الْحَدِيثَ بِالْمَرْفُوعِ وَالْمَوْقُوفِ إِذَا الْمَقْطُوعُ

① یہ مقدمہ مطبع احمدی دہلی میں طبع شدہ نمبر ۱۴۲۸ھ سے تقلیل کیا گیا ہے۔

يُقالُ لِهِ الْأَثْرُ -

وَقَدْ يُطْلَقُ الْأَثْرُ عَلَى الْمَرْفُوعِ أَيْضًا كَمَا يُقَالُ الْأَدْعِيَةُ الْمَاثُورَةُ لِمَا جَاءَ مِنَ الْأَدْعِيَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ -

وَالظَّحَاوِيُّ سَمِّيَّ كِتَابَهُ الْمُشْتَمِلَ عَلَى بَيَانِ الْأَحَادِيثِ النَّبِيَّةِ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ بِشَرْحِ مَعَانِي الْأَثَارِ -

وَقَالَ السَّخَاوِيُّ إِنَّ لِلطَّبَرَانِيَّ كِتَابًا مُسَمَّى بِتَهْذِيبِ الْأَثَارِ مَعَ أَنَّهُ مَخْصُوصٌ بِالْمَرْفُوعِ وَمَا ذُكِرَ فِيهِ مِنَ الْمَوْقُوفِ فِي طَرِيقِ التَّبْعَ وَالتَّكَفُّلِ -  
وَالْخَبَرُ وَالْحَدِيثُ فِي الْمَشْهُورِ بِمَعْنَى وَاحِدٍ -

وَيَغْضُبُهُمْ خَصُوصُ الْحَدِيثِ بِمَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالصَّحَابَةِ وَالْتَّابِعِينَ، وَالْخَبَرُ بِمَا جَاءَ عَنْ أَخْبَارِ الْمُلُوكِ وَالسَّلَاطِينِ وَالْأَيَّامِ الْمَاضِيَّةِ .

وَلِهَذَا يُقَالُ لِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالسُّنْنَةِ مُحَدِّثٌ، وَلِمَنْ يَشْتَغِلُ بِالتَّوَارِيخِ إِخْبَارِيٌّ -

وَالرَّفْعُ قَدْ يَكُونُ صَرِيحاً وَقَدْ يَكُونُ حُكْمًا -  
إِمَّا صَرِيحاً فَفِي الْقَوْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كَذَا - أَوْ كَقَوْلِهِ أَوْ كَقَوْلِ غَيْرِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ كَذَا -

وَفِي الْفَعْلِيِّ كَقَوْلِ الصَّحَابِيِّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَعَلَ كَذَا - أَوْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا أَوْ عَنِ الصَّحَابِيِّ أَوْ غَيْرِهِ مَرْفُوعًا، أَوْ رَفَعَهُ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا -

وَفِي التَّفْرِيرِيِّ أَنْ يَقُولَ الصَّحَابِيُّ أَوْ غَيْرُهُ فَعَلَ فُلَانٌ أَوْ أَحَدٌ بِحَضْرَةِ النَّبِيِّ ﷺ كَذَا وَلَا يَذْكُرُ إِنْكَارَهُ -

وَإِمَّا حُكْمًا فَكَأَخْبَارِ الصَّحَابِيِّ الَّذِي لَمْ يُخْبِرْ عَنِ الْكُتُبِ الْمُتَقْدِمَةِ مَا لَا مَجَالٌ فِيهِ لِلْاجْتِهَادِ عَنِ الْأَخْوَالِ الْمَاضِيَّةِ كَأَخْبَارِ الْأَنْسَابِ أَوِ الْأَيْتَمِيَّةِ كَالْمَلَاجِمِ وَالْفِتَنِ وَالْأَخْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ تَرْتِيبِ ثَوَابِ مَخْصُوصِينَ أَوْ عِقَابِ مَخْصُوصِينَ عَلَىٰ فِعْلِ فَائِتَهُ لَا سَيِّلَ إِلَيْهِ إِلَّا سَمَاعُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - أَوْ يَفْعَلُ الصَّحَابِيُّ مَا لَا مَجَالٌ لِلْاجْتِهَادِ فِيهِ أَوْ يُخْبِرُ الصَّحَابِيَّ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ لَأَنَّ الظَّاهِرَ اطْلَاعُهُ ﷺ عَلَىٰ ذَلِكَ وَنَرُولُ الْوَحْيِ بِهِ - أَوْ يَقُولُونَ وَمِنَ السُّنَّةِ كَذَا لَأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ - وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ يَحْتَمِلُ سُنَّةَ الصَّحَابَةِ وَسُنَّةَ الْخُلُقَاءِ الرَّاشِدِينَ قَاتِلَ السُّنَّةَ يُطْلَقُ عَلَيْهِ .

### فصل (١)

السَّنَدُ طَرِيقُ الْحَدِيثِ وَهُوَ رِجَالُهُ الَّذِينَ رَوَوْهُ، وَالْأَسْنَادُ بِمَعْنَاهُ، وَقَدْ يَجِدُ بِمَعْنَى ذِكْرِ السَّنَدِ وَالْحِكَايَةِ عَنْ طَرِيقِ الْمَتَنِ - وَالْمَتَنُ مَا انتَهَى إِلَيْهِ الْأَسْنَادُ - فَإِنْ لَمْ يَسْقُطْ رَأِيٌ مِنَ الرُّوَاةِ مِنَ الْبَيْنِ فَالْحَدِيثُ مُتَصِّلٌ وَيَسْمَى عَدْمُ السُّقُوطِ إِتَّصَالًا - وَإِنْ سَقَطَ وَاحِدًا أَوْ أَكْثَرُ فَالْحَدِيثُ مُنْقَطِعٌ وَهَذَا السُّقُوطُ انْقِطَاعٌ - وَالسُّقُوطُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ مِنْ أَوَّلِ السَّنَدِ وَيَسْمَى مُعَلَّقًا وَهَذَا الْإِسْقَاطُ تَعْلِيقًا -

وَالسَّاقِطُ قَدْ يَكُونُ وَاحِدًا وَقَدْ يَكُونُ أَكْثَرَ وَقَدْ يُحَذَّفُ تَمَامُ السَّنَدِ كَمَا هُوَ عَادَةُ الْمُصَيْفِينَ يَقُولُونَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - وَالْتَّعْلِيقَاتُ كَثِيرَةٌ فِي تَرَاجِعِ صَحِيحِ الْبُخارِيِّ وَلَهَا حُكْمُ الْإِتَّصَالِ

لأنه التزم في هذا الكتاب أن لا يأتي إلا بالصحيح، ولكنها ليست مرتبة مسائينه إلا ما ذكر منها مسندًا في موضوع آخر من كتابه.

وقد يفرق فيها بآن ما ذكر بصيغة الجزم والمعلمون كقوله قال فلان أو ذكر فلان دل على ثبوت إسناده عنده فهو صحيح قطعاً.

وما ذكره بصيغة التمريض والمحظول كقول أو يقال أو ذكر ففي صحته عنده كلام ولكن لما أورده في هذا الكتاب كان له أصل ثابت. وللهذا قالوا تعليلات البخاري متصلة صحيحة.

وإن كان السقوط من آخر السند فإن كان بعد التابعي: فالحديث مرسلاً وهذا الفعل إرث المحدثين المرسلاً والممنقطع بمعنى ولا اصطلاح الأول أشهر.

وحكم المرسلي التوقف عند جمهور العلماء لأن لا يدرى أن الساقط يقة أو لا لأن التابعي قد يروى عن التابعي وفي التابعين ثقات وغير ثقات.

وعند أبي حنيفة ومالك المرسل مقبول مطلقاً وهم يقولون إنما أرسله لكمال الوثوق والإعتماد لأن الكلام في الثقة ولو لم يكن عنده صحيح حال ميرسله ولم يقل قال رسول الله ﷺ.

وعند الشافعى إن اعتضد بوجه آخر مرسل أو مسند وإن كان ضعيفاً قيل.

وعن أحمد قوله.

وهذا كله إذا علم أن عادة ذلك التابعى أن لا يرسل إلا عن الثقات. وإن كانت عادته أن يرسل عن الثقات وعن غير الثقات فحكمه

التوقف بالإتفاق۔

كذا قيل وفيه تفصيل أزيد من ذلك ذكره السخاوي في شرح الألفية۔

وإن كان السقوط من أثناء الإسناد فإن كان الساقط اثنين متواлиاً يسمى معضلاً بفتح الصاد۔

وإن كان واحداً أو أكثر من غير موضع واحد يسمى منقطعاً۔  
وعلى هذا يكون المنقطع قسماً من غير المتصل۔

وقد يطلق المنقطع بمعنى غير المتصل مطلقاً شاملًا لجميع  
الاقسام وبهذا المعنى يجعل مقاسماً۔

ويعرف الانقطاع وسقوط الرواوى بمعرفة عدم الملاقة بين  
الراوى والمروى عنه۔

إما بعدم المعاصرة أو عدم الاجتماع والإجازة عنه بحكم علم  
التاريخ المبين لمواليد الرواية ووفياتهم وتعيين أوقات طلبهم  
وارتحالهم وبهذا صار علم التاريخ أصلاً وعمدة عند المحدثين۔  
ومن اقسام المنقطع المدلّس بضم الميم وفتح اللام المشددة،  
ويقال لهذا الفعل التدلّيس ولفاعله مدّلّس بكسر اللام۔

وصورته أن لا يسمى الراوى شيخه الذي سمعه منه بل يروى  
عن فوقه بلفظ يوهم السمع ولا يقطع كذباً كما يقول عن فلان وقال  
فلان۔

والتدليس في اللغة كتمان عيب السلعة في البيع وقد يقال إنه  
مشتق من الدلس وهو اختلاط الظلام واشتداذه سمي به لاشتراكهما  
في الخفاء۔

قال الشيخ وحکم من ثبت عنه التدليس أنه لا يقبل منه إلا إذا صرخ بالتحديث.

قال الشمني: التدليس حرام عند الأئمة. روى عن وكيع أنه قال لا يجوز تدليس الثوب فكيف بتدليس الحديث.  
وبالغ شعبية في ذمه.

وقد اختلف العلماء في قبول رواية المدلّس فذهب فريق من أهل الحديث والفقه إلى أن التدليس جرح وأن من عُرف به لا يُقبل حديثه مطلقاً وقيل يقبل وذهب الجمهور إلى قبول تدليس من عُرف أنه لا يدلّس إلا عن ثقة كابن عيينة.

والى رد من كان يدلّس عن الضعفاء وغيرهم حتى ينص على سماعه بقوله: ... ت أو حدثنا أو أخبرنا.

والباعث على التدليس قد يكون لبعض الناس غرض فاسد. مثل إخفاء السمع من الشيخ لصغر سنّه أو عدم شهرته وواجهه عند الناس.  
والذى وقع من بعض الأكابر ليس كمثل هذا بل من جهة وثوقهم لصحة الحديث واستغناء بشهرة الحال.

قال الشمني: يحتمل أن يكون قد سمع الحديث من جماعة من الثقات وعن ذلك الرجل فاستغنى بذلك عن ذكر أحدهم أو ذكر جميعهم لتحققه بصححة الحديث فيه كما يفعل المرسل.

وإن وقع في إسناد أو متن اختلاف من الرواة بتقديم وتأخير أو زيادة ونقصان أو إبدال راوٍ مكان راوٍ آخر أو متن مكان متن أو تصحيفه في أسماء السنّد أو أجزاء المتن أو باختصار أو حذف أو مثل ذلك فالحديث مضطرب.

فإن أمكن الجمع فيها وإلا فالتوقف.

وإن أدرج الرواى كلامه أو كلام غيره من صحابي أو تابعى مثلاً لغرض من الأغراض كبيان اللغة أو تفسير المعنى أو تقييد للمطلق أو نحو ذلك فالحديث مدرج.

### فصل (۲) تبیہ:

وهذا المبحث ينجر إلى رواية الحديث ونقله بالمعنى وفيه اختلاف. فالأكثرون على أنه جائز من هو عالم بالعربية و Maher في أساليب الكلام وعارف بخواص التراكيب مفهومات الخطاب لئلا يخطئ بزيادة ونقصان،

وقيل جائز في مفردات الألفاظ دون المركبات.

وقيل جائز لمن استحضر الفاظه حتى يتمكن من التصرف فيه.

وقيل جائز لمن يحفظ معانى الحديث ونسى الفاظها للضرورة في تحصيل الأحكام وأما من استحضر الالفاظ فلا يجوز له لعدم الضرورة وهذا الخلاف في الجواز وعدمه،

أما أولوية رواية اللفظ من غير تصرف فيها فمتفق عليه لقوله ﷺ نَسَرَ اللَّهُ أَمْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَاهَا كَمَا سَمِعَ -الحديث- والنقل بالمعنى واقع في الكتب الستة وغيرها.

والعنونة رواية الحديث بلفظ عن فلان عن فلان والمعنون حديث روى بطريق العنونة.

ويشترط في العننة المعاصرة عند مسلم واللقمي عند البخاري رحمه الله والأخذ عند قوم آخرين. ومسلم رحمه الله رد على الفريقيين أشد الرد وبالغ فيه.

وعنونه المدلّس غير مقبولة -

وكل حديث مرفوع بسنده متصل فهو مستند هذا هو المشهور المعتمد عليه .

وبعضهم يسمى كل متصل مستندا وإن كان موقعا أو مقطوعا .  
وبعضهم يسمى المرفوع مستندا وإن كان مرسلا أو معللا أو منقطعا .

### فصل (٣) :

ومن أقسام الحديث الشاذ والمنكر والمعلم  
والشاذ في اللغة من تفرد من الجماعة وخرج منها .  
وفى الإصطلاح ماروي مخالف لما رواه الثقات فإن لم يكن رواته ثقة فهو مردود وإن كان ثقة فسبيله الترجيح بمزيد حفظ وضبط أو كثرة عدد وجوه آخر من الترجيحات .

فالراجح يسمى محفوظا والمرجوح شاذًا .  
والمنكر حديث رواه ضعيف مخالف لمن هو أضعف منه .  
ومقابله المعروف .

فالمنكر والمعروف كلاما راوياهما ضعيف وأحدهما أضعف من الآخر وفي الشاذ المحفوظ قوى أحدهما أقوى من الآخر ،  
والشاذ والمنكر مرجوحان .  
والمحفوظ والمعروف راجحان .

وبعضهم لم يسترطوا في الشاذ والمنكر قيداً للمخالفة لرأي آخر قويا كان أو ضعيفا .

وقالوا الشاذ مارواه الثقة وتفرد به ولا يوجد له أصل موافق

ومعاضده وهذا صادق على فرد ثقة صحيح -

وبعضهم لم يعتبروا الثقة ولا المخالفه -

وكذاك المنكر لم يخصوه بالصورة المذكورة -

وسموا حديث المطعون بفسق أو فرط غفلة وكثرة غلط منكرا -

وهذه اصطلاحات لا مشاحة فيها -

والمععل بفتح اللام إسناد فيه علل وأسباب غامضة خفية قادحة

في الصحة يتتبه لها الحذاق المهرة من أهل هذا الشان كيارسال في

الموصول ووقف في المرفوع ونحو ذلك -

وقد يقتصر عبارة المععل بكسر اللام عن إقامة الحجة على دعواه

الصيري في نقد الدينار والدرهم ،

واذاروي راو حديثا وروي راو آخر حديثا موافقا له يسمى هذا

الحديث متابعا بصيغة اسم الفاعل -

وهذا يعني ما يقول المحدثون تابعه فلان وكثيرا ما يقول البخاري

في صحيحه ويقولون له متابعات -

والمتابعة يوجب التقوية والتأييد -

ولا يلزم أن يكون المتتابع مساويا في المرتبة للأصل وإن كان دونه

يصلح للمتابعة -

والمتابعة قد يكون في نفس الرواوى وقد يكون في شيخ فوقه

والأول أتم وأكمل من الثاني لأن الوهن في أول الإسناد أكثر وأغلب -

والمتابع إن وافق الأصل في اللفظ والمعنى يقال مثله وإن وافق

في المعنى دون اللفظ يقال نحوه -

ويشترط في المتابعة أن يكون الحديثان من صحابي واحد -

وإن كان من صحابيin يقال له شاهد كما يقال: له شاهد من حديث أبي هريرة رض ويقال له شواهد ويشهد به حديث فلان - وبعضهم يخصنون المتابعة بالموافقة في اللفظ والشاهد في المعنى سواء كان من صحابي واحد أو من صحابيin . وقد يطلق الشاهد والمتابع بمعنى واحد والأمر في ذلك بين - وتتبع طرق الحديث وأسانيدها لقصد معرفة المتابع والشاهد يسمى الاعتبار .

### فصل (٢٣):

وأصل أقسام الحديث ثلاثة صحيح وحسن وضعيف . فالصحيح أعلى مرتبة والضعف أدنى والحسن متوسط وسائر الأقسام التي ذكرت داخلة في هذه الثلاثة . فالصحيح ما يثبت بنقل عدل تام الضبط غير معلل ولا شاذ . فإن كانت هذه الصفات على وجه الكمال والتمام فهو الصحيح لذاته .

وإن كان فيه نوع قصور ووجد ما يجر ذلك القصور من كثرة الطرق فهو الصحيح لغيره . وإن لم يوجد فهو الحسن لذاته .

وما فقد فيه الشرائط المعتبرة في الصحيح كُلًا أو بعضا فهو الضعف .

والضعف إن تعدد طرقه وانجر ضعفه يسمى حسنة الغير ، وظاهر كلامهم أنه يجوز أن يكون جميع الصفات المذكورة في الصحيح ناقصا في الحسن لكن التحقيق أن النقصان الذي اعتبر في

الحسن إنما هو لخفة الضبط وبباقي الصفات بحالها.

والعدالة ملكة في الشخص تحمله على ملازمة التقوى والمرءة -

والمراد بالتقوى إجتناب الأعمال السيئة من الشرك والفسق و

البدعة -

وفي الإجتناب عن الصغيرة خلاف والمختار عدم اشتراطه

لخروجه عن الطاقة إلا الإصرار عليها لكونه كبيرة -

والمراد بالمرءة التزه عن بعض الخسائس والنقائص التي هي

خلاف مقتضى الهمة والمرءة مثل بعض المباحثات الدينية كالأكل

والشرب في السوق والبول في الطريق وأمثال ذلك -

وي ينبغي أن يعلم أن عدل الرواية أعم من عدل الشهادة فإن عدل

الشهادة مخصوص بالحر وعدل الرواية يشتمل الحر والعبد -

والمراد بالضبط حفظ المسوغ وثبيته من الفوات والاحتلال

بحيث يتمكن من استحضاره -

وهو قسمان: ضبط الصدر وضبط الكتاب -

ضبط الصدر بحفظ القلب ووعيه وضبط الكتاب بصيانته عنده

إلى وقت الأداء .

### فصل (٥):

أما العدالة فوجه الطعن المتعلقة بها خمس -

الاول بالكذب والثانى باتهامه بالكذب والثالث بالفسق والرابع

بالجهالة والخامس بالبدعة -

والمراد بكذب الراوى أنه ثبت كذبه في الحديث النبوى ﷺ إما

يأقر الرواي او بغير ذلك من القرآن -

وحدث المطعون بالكذب يسمى موضوعاً ومن ثبت عنه تعمد الكذب في الحديث وإن كان وقوعه في العمر مرة وإن تاب من ذلك لم يقبل حديثه أبداً بخلاف شاهد الزور إذا تاب.

فالمراد بالحديث الموضوع في اصطلاح المحدثين هذا لا أنه ثبت كذبه وعلم في هذا الحديث بخصوصه والمسئلة ظنية.

والحكم بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب وليس إلى القطع واليقين بذلك سبيل فإن الكذوب قد يصدق وبهذا يندفع ما قيل في معرفة الوضع باقرار الواقع أنه يجوز أن يكون كاذباً في هذا الإقرار فإنه يعرف صدقه لغالب الظن ولو لا ذلك لما ساغ قتل المقر بالقتل ولا رجم المعترف بالزنا فافهم،

وأما إتهام الراوى بالكذب فإن يكون مشهوراً بالكذب ومعروفاً به في كلام الناس ولم يثبت كذبه في الحديث النبوى (على صاحبها الصلوٰة والسلام)

وفى حكمه روایة ما يخالف قواعد معلومة ضرورية في الشرع كذا قيل - ويسمى هذا القسم متروكاً كما يقال حديثه متروك وفلان متروك الحديث.

وهذا الرجل إن تاب وصحت توبته وظهرت أumarات الصدق منه جاز سماع الحديث والذى يقع منه الكذب أحياناً نادراً فى كلامه غير الحديث النبوى (صلى الله على صاحبه وسلم) فذلك غير مؤثر فى تسمية حديثه بالموضوع أو المترونك وإن كانت معصية.

واما الفسوق فالمراد به الفسوق في العمل دون الإعتقاد فإن ذلك داخل في البدعة وأكثر ما يستعمل البدعة في الإعتقاد.

والكذب وإن كان داخلاً في الفسق لكنهم عدوه أصلاً على حدة  
لكون الطعن به أشد وأغلظ.

وأما جهالة الراوى فإنه أيضاً سبب للطعن في الحديث لأنه لم يالم  
يعرف إسمه وذاته لم يعرف حاله وأنه ثقة أو غير ثقة كما يقول حدثني  
رجل أو أخبرنى شيخ ويسمى هذا مبهماً.

وحيث أن المذهب غير مقبول إلا أن يكون صحابياً لأنهم عدوه.  
وإن جاء المذهب بلفظ التعديل كما يقول أخبرنى عدل أو حدثني  
ثقة فيه اختلاف والأصح أنه لا يقبل لأنه يجوز أن يكون عدلاً في  
اعتقاده لا في نفس الأمر وإن قال ذلك إمام حاذق قبل.

وأما البدعة فالمراد بها إعتقداد أمر مُحَدَّث على خلاف ما عرف في  
الدين وما جاء من رسول الله ﷺ وأصحابه بنوع شبهة وتأويل لا  
بطريق جحود وإنكار فإن ذلك كفر.

وحيث أن المبتدع مردود عند الجمهور وعند البعض إن كان متصفاً  
بصدق اللهجة وصيانته اللسان قيل.

وقال بعضهم إن كان منكراً للأمر متواتر في الشرع وقد علم  
بالضرورة كونه من الدين فهو مردود وإن لم يكن بهذه الصفة يقبل وإن  
كفره المخالفون مع وجود ضبط وورع وتقوى واحتياط وصيانته.

والمحتمل أنه إن كان داعياً إلى بدعة ومرجواً لها رد وإن لم يكن  
ذلك قيل إلا أن يروى شيئاً يقوى به بدعته فهو مردود قطعاً.

وبالجملة الآئمة مختلفون فيأخذ الحديث من أهل البدع  
والاهواء وأرباب المذاهب الزائفة.

وقال صاحب جامع الأصول أخذ جماعة من آئمة الحديث من

فرقة الخوارج والمستحبين إلى القدر والتشيع والرفض ووسائل أصحاب البدع والأهواء وقد احتاط جماعة آخرون وتورعوا منأخذ حديث من هذه الفرق ولكل منهم نيات - انتهى -

ولا شك أن أخذ الحديث من هذه الفرق يكون بعد التحرّى والإستصواب ومع ذلك الإحتياط في عدم الأخذ لأنّه قد ثبت أن هؤلاء الفرق كانوا يضعون الأحاديث لترويج مذاهبهم وكانوا يقرّون به بعد التوبة والرجوع والله أعلم .

#### فصل (٤) :

وأما وجوه الطعن المتعلقة بالضبط فهـي أيضا خمسة -

أحدـها فـرط الغـفلـة وثـانيـها كـثـرةـ الغـلطـ وـثالـثـها مـخـالـفةـ الثـقـاتـ

وـرابـعـهاـ الـوـهـمـ وـخامـسـهاـ سـوـءـ الـحـفـظـ

أـماـ فـرـطـ الغـفلـةـ وـكـثـرةـ الغـلطـ فـمـتـقـارـيـانـ

فالـغـفلـةـ فـيـ السـمـاعـ وـتـحـمـلـ الـحـدـيـثـ وـالـغـلـطـ فـيـ الـاسـمـاعـ وـالـاـدـاءـ

وـمـخـالـفةـ الثـقـاتـ فـيـ الإـسـنـادـ وـالـمـتـنـ يـكـوـنـ عـلـىـ اـنـحـاءـ مـتـعـدـدـةـ

تـكـوـنـ مـوـجـةـ لـلـشـذـوذـ وـجـعـلـهـ مـنـ وـجـوهـ الطـعـنـ مـتـعـلـقـةـ بـالـضـبـطـ

جـهـةـ أـنـ الـبـاعـثـ عـلـىـ مـخـالـفةـ الثـقـاتـ إـنـمـاـ هـوـ عـدـمـ الضـبـطـ وـالـحـفـظـ

وـعـدـمـ الصـيـانـةـ عـنـ التـغـيـرـ وـالتـبـدـيلـ

وـالـطـعـنـ مـنـ جـهـةـ الـوـهـمـ وـالـنـسـيـانـ الـذـيـنـ اـخـطـأـ بـهـمـاـ وـرـوـيـ عـلـىـ

سـبـيلـ التـوـهـمـ إـنـ حـصـلـ الإـطـلاـعـ عـلـىـ ذـلـكـ بـقـرـائـنـ دـالـةـ عـلـىـ وـجـوهـ عـبـلـ

وـأـسـبـابـ قـادـحةـ كـانـ الـحـدـيـثـ مـعـلـلاـ وـهـذـاـ أـغـمـضـ عـلـومـ الـحـدـيـثـ

وـأـدـقـهـاـ وـلـاـ يـقـومـ بـهـ إـلـاـ مـنـ رـزـقـ فـهـمـاـ وـحـفـظـاـ وـاسـعـاـ وـمـعـرـفـةـ تـامـةـ

بـمـرـاتـبـ الرـوـاـةـ وـأـحـوـالـ الـإـسـنـادـ وـالـمـتـوـنـ كـالـمـقـتـدـمـينـ مـنـ أـرـبـابـ هـذـاـ

الفن إلى أن انتهى إلى الدارقطنى ويقال لم يأت بعده مثله في هذا الأمر  
والله أعلم.

وأما سوء الحفظ فقالوا إن المراد به أن لا يكون إصااته أغلب  
على خطأ وحفظه وإتقانه أكثر من سهوه ونسيانه يعني إن كان خطأه  
ونسيانه أغلب أو مساويا لصوابه وإتقانه كان داخل في سوء الحفظ  
فالمعتمد عليه صوابه وإتقانه وكثراهما.

وسوء الحفظ إن كان لازم حاله في جميع الأوقات ومدة عمره لا  
يعتبر بحديثه وعند بعض المحدثين هذا أيضا داخل في الشاذ.

وان طرأ سوء الحفظ لعارض مثل اختلال في الحافظة بسبب كبر  
سنها أو ذهاب بصره أو فوات كتبه فهذا يسمى مختلطـاـ.

فما روى قبل الإختلاط والاختلال تميزا عما رواه بعد هذه  
الحال قبل وإن لم يتميز توقف وإن اشتبه كذلكـ.

وإن وجد لهذا القسم متابعات وشواهد ترقى من مرتبة الرد  
والقبول والرجحان وهذا حكم أحاديث المستور والمدلس والمرسـلـ.

### فصل (٧):

ال الحديث الصحيح إن كان روایه واحداً يسمى غریباًـ  
وإن كان اثنین يسمى عزیزاًـ

وإن كانوا أكثر يسمى مشهوراً ومستفيضاًـ

وإن بلغت رواته في الكثرة إلى أن يستحيل العادة تواطئهم على  
الكذب يسمى متواتراًـ

ويسمى الغريب فرداً أيضاً والمراد بكون روایه واحداً كونه كذلكـ  
ولو في موضع واحد من الإسناد لكنه يسمى فرداً نسبياًـ

وإن كان في كل موضع منه يسمى فرداً مطلقاً.  
والمراد بكونهما اثنين أن يكونا في كل موضع كذلك فإن كان في  
موضع واحد مثلاً لم يكن الحديث عزيزاً بل غريباً وعلى هذا القياس  
معنى اعتبار الكثرة في المشهور أن يكون في كل موضع أكثر من اثنين  
وهذا معنى قولهم أن الأقل حاكم على الأكثر في هذا الفن فافهم -  
وعلم مما ذكر أن الغرابة لا تنا في الصحة ويجوز أن يكون

الحديث صحيحاً غريباً بأن يكون كل واحد من رجاله ثقة -

والغريب قد يقع بمعنى الشاذ أى شذوذًا هو من أقسام الطعن في  
الحديث وهذا هو المراد من قول صاحب المصابيح من قوله هذا  
 الحديث غريب لما قال بطريق الطعن -

وبعض الناس يفسرون الشاذ بمفرد الرواوى من غير اعتبار مخالفته  
للساقطات كما سبق ويقولون صحيح شاذ وصحيح غير شاذ فالشذوذ  
بهذا المعنى أيضاً لا ينافي الصحة كالغرابة والذى يذكر في مقام الطعن  
هو مخالفة الثقات .

#### فصل (٨) :

الحديث الضعيف هو الذي فقد فيه الشرائط المعتبرة في الصحة  
والحسن كلاً أو بعضاً ويذم راويه بشذوذ أو نكارة أو علة -  
وبهذا الاعتبار يتعدد أقسام الضعف ويكثر إفراد وتركيباً -  
ومراتب الصحيح والحسن لذاتهما ولغيرهما بتفاوت المراتب  
والدرجات في كمال الصفات المعتبرة الماخوذة في مفهوميهما مع  
وجود الاشتراك في أصل الصحة والحسن -  
والقوم ضبطوا مراتب الصحة وعينوها وذكروا أمثلتها من

الأسانيد وقالوا اسم العدالة والضوط يشتمل رجالها كلها ولكن بعضها فوق بعض-

وأما إطلاق أصح الأسانيد على سند مخصوص على الإطلاق ف فيه اختلاف - فقال بعضهم . أصح الأسانيد:

زين العابدين عن أبيه عن جده -

وقيل مالك عن نافع عن ابن عمر -

وقيل الزهرى عن سائم عن ابن عمر -

والحق أن الحكم على إسناد مخصوص بالأصحية على الإطلاق غير جائز إلا أن في الصحة مراتب علية وعدة من الأسانيد يدخل فيها - ولو قيد بقيد بأن يقال أصح الأسانيد البلد الفلاني أو في الباب الفلاني أو في المستلة الفلانية يصح والله أعلم .

### فصل ٩:

من عادة الترمذى أن يقول فى جامعه حديث حسن صحيح ،  
حديث غريب حسن ، حديث حسن غريب صحيح -  
ولا شبهة فى جواز اجتماع الحسن والصحة بأن يكون حسنا للذاته  
وصحيحا لغيره وكذلك فى اجتماع الغرابة والصحة كما أسلفنا .  
وأما اجتماع الغرابة والحسن فيستشكلونه بأن الترمذى اعتبر فى  
الحسن تعدد الطرق فكيف يكون غريبا -

ويجيبون بأن اعتبار تعدد الطرق فى الحسن ليس على الإطلاق بل فى قسم منه وحيث حكم باجتماع الحسن والغرابة المراد قسم آخر  
وقال بعضهم إنه أشار بذلك إلى اختلاف الطرق بأن جاء فى  
بعض الطرق غريبا وفي بعضها حسنا -

وقيل الواو بمعنى أو بأنه يشك ويتרדد في أنه غريب أو حسن  
لعدم معرفته جزماً.

وقيل المراد بالحسن هنا ليس معناه الاصطلاحى بل اللغوى  
بمعنى ما يميل إليه الطبع وهذا القول بعيد جداً.

#### فصل (١٠) :

الاحتجاج في الأحكام بالخبر الصحيح مجمع عليه وكذلك  
بالحسن لذاته عند عامة العلماء وهو ملحق بالصحيح في باب  
الاحتجاج وإن كان دونه في المرتبة والحديث الضعيف الذي بلغ  
بتعدد الطرق مرتبة الحسن لغيره أيضاً مجمع عليه.

وما اشتهر أن الحديث الضعيف معتبر في فضائل الأعمال لا في  
غيرها المراد مفرداته لا مجموعها لأنه داخل في الحسن لا في  
الضعف صرحاً به الانتماء.

وقال بعضهم إن كان الضعيف من جهة سوء حفظ أو اختلاط أو  
تدليس مع وجود الصدق والديانة ينجرى بتعدد الطرق وإن كان من جهة  
اتهام الكذب أو الشذوذ أو فحش الغلط لا ينجرى بتعدد الطرق.

والحديث محكم عليه بالضعف ومعمول به في فضائل الأعمال  
وعلى مثل هذا ينبغي أن يحمل ما قيل أن لحقوق الضعف بالضعف لا  
يفيد قوة وإنما فهذا القول ظاهر الفساد فتدبر.

#### فصل (١١) :

لم تتفاوت مراتب الصحيح والصحاح بعضها أصح من بعض  
فاعلم أن الذي تقرر عند جمهور المحدثين أن صحيح البخاري مقدم  
على سائر الكتب المصنفة حتى قالوا "أصح الكتب بعد كتاب الله

تعالى صحيح البخاري“

وبعض المغاربة رجحوا صحيح المسلم على صحيح البخاري والجمهور يقولون إن هذا فيما يرجع إلى حسن البيان وجودة الوضع والترتيب ورعاية دقائق الإشارات ومحاسن النكبات في الأسانيد وهذا خارج عن المبحث والكلام في الصحة والقوة وما يتعلق بها.

وليس كتاب يساوى صحيح البخاري في هذا الباب بدليل كمال الصفات التي اعتبرت في الصحة في رجاله.

وبعضهم توقف في ترجيح أحدهما على الآخر والحق هو الأول،

والحديث الذي اتفق البخاري ومسلم على تخرجه يسمى متفقا عليه وقال الشيخ بشرط أن يكون عن صحابي واحد.

وقالوا مجموع الأحاديث المتفقة عليها الفان وثلاثمائة وستة وعشرون وبالجملة ما اتفق عليه الشيوخان مقدم على غيره.

ثم ما تفرد به البخاري ثم ما تفرد به مسلم ثم ما كان على شرط البخاري ومسلم ثم ما هو على شرط البخاري ثم ما هو على شرط مسلم ثم ما هو رواه من غيرهم من الانتماء الذين التزموا الصحة وصححوه فالأقسام سبعة.

والمراد بشرط البخاري ومسلم أن يكون الرجال متصفين بالصفات التي يتصل بها رجال البخاري والمسلم من الضبط والعدالة وعدم الشذوذ والتکارة والغفلة.

وقيل المراد بشرط البخاري ومسلم رجالها أنفسهم والكلام في هذا طويلا ذكرناه في مقدمة شرح سفر السعادة.

## فصل (١٢) :

الاحاديث الصحيحة لم تنحصر في صحيح البخاري ومسلم ولم يستوعبا الصحاح، كلها بل هما منحصران في الصحاح والصحاح التي عندهما وعلى شرطهما أيضاً مال يورداها في كتابيهما فضلاً عما عند غيرهما.

قال البخاري ما أوردت في كتابي هذا إلا ما صحي ولقد تركت كثيراً من الصحاح -

وقال مسلم الذي أوردت في هذا الكتاب من الأحاديث صحيح ولا أقول إن ما تركت ضعيف -

ولا بد أن يكون في هذا الترك والإثبات وجه تخصيص الإيراد والترك إما من جهة الصحة أو من جهة مقاصد آخر -

والحاكم أبو عبد الله النسأبوري صنف كتاباً سماه المستدرك بمعنى أن ما تركه البخاري ومسلم من الصحاح أورده في هذا الكتاب وتلافى واستدرك بعضها على شرط الشيفين وبعضها على شرط أحدهما وبعضها على غير شرطهما وقال إن البخاري ومسلم لم يحكما بأنه ليس أحاديث صحيحة غير ما خرجاه في هذين الكتابين وقال: قد حدث في عصرنا هذا فرقاً من المبتدةعة أطالوا وأستهم بالطعن على أئمة الدين بأن مجموع ما صحي عندكم من الأحاديث لم يبلغ زهاء عشرة آلاف -

ونقل عن البخاري أنه قال حفظت من الصحاح مائة ألف حديث ومن غير الصحاح مائة ألف والظاهر والله أعلم أنه يريد الصحيح على شرطه -

وبلغ ما أورد في هذا الكتاب مع التكرار سبعة آلاف ومائتان وخمس وسبعين حديثاً وبعد حذف التكرار أربعة آلاف.

ولقد صنف الآخرون من الأئمة صحاحاً مثل صحيح ابن خزيمة الذي يقال له إمام الأئمة وهو شيخ ابن حبان وقال ابن حبان في مدحه مارأيت على وجه الأرض أحداً أحسن في صناعة السنن وأحفظ للاحاديث<sup>١</sup> الصحيحة منه كأن السنن والأحاديث كلها نصب عينه.

ومثل صحيح ابن حبان تلميذ ابن خزيمة ثقة ثبت فاضل إمام فهام قال الحاكم كان ابن حبان من أوعية العلم واللغة<sup>٢</sup> والوعظ وكان من عقلاً الرجال،

ومثل صحيح الحاكم أبي عبد الله النسابوري الحافظ الثقة المسمى بالمستدرك وقد تطرق في كتابه هذا التسهيل وأخذوا عليه وقالوا ابن خزيمة وابن حبان أمكن وأقوى من الحاكم وأحسن وألطف في الأسانيد والمتون.

ومثل المختارة للحافظ ضياء الدين المقدسي وهو أيضاً خرج صحاحاً ليست في الصحيحين وقالوا كتابه أحسن من المستدرك ومثل صحيح ابن عوانة وابن السكن والمنتقى لابن الجارود. وهذه الكتب كلها مختصة بالصحاح ولكن جماعة اتقدوا عليها تعصباً أو انصافاً وفوق كل ذي علم عليم والله أعلم.

فصل (١٣) :

### الكتب الستة المشهورة المقررة في الإسلام التي يقال لها الصحاح

① وفي نسخة للألفاظ.

② وفي نسخة إضافة: والحديث.

الست هي صحيح البخاري وصحيح مسلم والجامع للترمذى والسنن لأبى داود والنسائى وسنن ابن ماجه وعند البعض الموطأ بدل ابن ماجه وصاحب جامع الأصول اختار المؤطأ.

وفى هذه الكتب الأربع أقسام من الأحاديث من الصحاح والحسان والضعاف وتسميتها بالصحاح الست بطريق التغليب.

وسمى صاحب المصاييف أحاديث غير الشيفرين بالحسان وهو قريب من هذا الوجه قريب من المعنى اللغوى أو هو اصطلاح جديد منه -

وقال بعضهم كتاب الدارمى أحرى وأليق بجعله سادس الكتب لأن رجاله أقل ضعفاً وجود الأحاديث المنكرة والشاذة فيه نادر وله اسانيد عالية وثلاثية أكثر من ثلاثيات البخارى -

وهذه المذكورات من الكتب أشهر الكتب وغيرها من الكتب كثيرة شهيرة -

ولقد أورد السيوطي في كتاب جمع الجوامع من كتب كثيرة يتجاوز خمسين مشتملة على الصحاح والحسان والضعف وقال ما أوردت فيها حديثاً موسماً بالوضع اتفق المحدثون على تركه ورده والله أعلم .

وذكر صاحب المشكوة في ديباجة كتابه جماعة من الأئمة المتقين وهم البخاري ومسلم والإمام مالك والإمام الشافعى والإمام أحمد بن حنبل والترمذى وأبى داود والنسائى وابن ماجه والدارمى والدارقطنى والبيهقى ورزين وأجمل في ذكر غيرهم وكتبنا أحوالهم في كتاب مفرد مسمى بالإكمال بذكر أسماء الرجال -

ومن الله التوفيق وهو المستعان في المبدأ والمال .

**فَقُلْتُ هَذِهِ الْمُقَدِّمَةُ لِلشَّيْخِ الْمُحَدِّثِ الدَّهْلَوِيِّ بْنَ الْأَصْلِ**  
**الْمَطْبُوعِ فِي الْمَطْبَعِ الْأَخْمَدِيِّ فِي الدَّهْلِيِّ عَاصِمَةِ الْهِنْدِ وَهُوَ أَوَّلُ طَبْعٍ**  
**ثُسِرَتْ عَلَى وَجْهِ الْبَسِيطِ فِي ذِي القُعْدَةِ ١٢٦٨ هـ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبِيَّةِ**  
**عَلَى صَاحِبِهَا أَلْفَ الْفِ سَلَامٌ وَرِضْوَانٌ وَصَلَوةٌ وَتَحْمِيَّةٌ .**

حَمْدَاللَّهِ

## تمہید ①

### وجہ تالیف:

یہ مقدمہ علم اصول حدیث کی ان چند اصطلاحات کے ذکر و بیان میں ہے جو احادیث (مشکلۃ المساجع) کی شرح وضاحت کے لیے بغیر طوالت و زیادتی کے کافی ہیں۔

### تعریف حدیث:

(اے مخاطب) معلوم رہے کہ جمہور محدثین کی اصطلاح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل و تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔

### حدیث تقریری:

اور تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے نبی ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا ہوا یا آپ ﷺ کے سامنے کچھ کہا اور آپ نے نہ اس پر انکار فرمایا اور نہ اس کے کرنے سے روکا بلکہ سکوت فرمایا اور اس کو برقرار رکھا۔

### تشریع:

مطلوب یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ طیبہ میں کسی نے کوئی کام کیا یا زبان سے کچھ کہا اور نبی ﷺ کو اس کی خبر اور اطلاع ہوئی اور اطلاع پانے پر آپ نے اس پر روکا اور انکار نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا تو آپ ﷺ کا سکوت فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ فعل یا قول صحیح اور وہ امر جائز ہے۔ اس لیے کہ اگر عند الشرط صحیح یا جائز نہ ہوتا تو نبی ﷺ ضرور اس پر انکار فرماتے اور اس کا رد کرتے جو حضور ﷺ کے منصب نبوت کے لائق تھا۔

① ترجمہ میں عام طور پر درسی زبان استعمال کی گئی ہے۔

**اطلاق حدیث:**

اور حدیث کا اطلاق جس طرح رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل و تقریر پر ہوتا ہے اسی طرح صحابی کے قول و فعل و تقریر اور تابعی کے قول و فعل و تقریر پر بھی ہوتا ہے۔

**حدیث مرفع:**

وہ قول یا فعل یا تقریر جو رسول اللہ ﷺ پر منسی ہواں کو حدیث مرفع کہا جاتا ہے۔

**حدیث موقوف مع امثلہ:**

اور جو قول، فعل، تقریر صحابی تک پہنچتی ہواں کو حدیث موقوف کہا جاتا ہے۔

حدیث موقوف کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ کہا جائے: قَالَ أُوْ فَعَلَ أَوْ قَرَرَ ابْنُ

عَبَّاسٍ ﷺ یعنی کہایا کیا یا برقرار اور ثابت رکھا ابن عباس پہنچنے۔

یا کہا جائے: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا یعنی یہ روایت موقوفاً منقول ہے ابن

عباس پہنچاۓ۔ یا کہا جائے: مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ کہ اس حدیث کی روایت

موقوف ہے ابن عباس پہنچا پر۔

**حدیث مقطوع:**

اور وہ قول و فعل و تقریر جو تابعی تک پہنچتی ہواں کو حدیث مقطوع کہا جاتا ہے۔

**حدیث اور اثر:**

بعض محدثین حدیث خاص اسی کو کہتے ہیں جو مرفع ہو یا موقوف ہو۔ کیونکہ حدیث مقطوع کو اثر کہا جاتا ہے اور کبھی ائمہ کا لفظ حدیث مرفع پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ ادعیہ مانورہ ان دعاؤں کو کہا جاتا ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ سے مرفعاً منقول ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رضی اللہ عنہ مرفع اور موقوف دونوں طرح کی حدیثیں مذکور ہیں "شرح معانی الآثار" رکھا ہے۔

اور امام سقاوی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ محدث طبری رضی اللہ عنہ کی ایک کتاب ہے جس کا نام

## مقدمہ۔ مشکوٰۃ المصالح

58

”تہذیب الآثار“ ہے باوجود یہ وہ کتاب صرف مرفوض احادیث کے ساتھ مخصوص ہے اور جو موقوف حدیثیں اس کتاب میں لائے ہیں وہ تبعیت اور طفیلیت کے طریقہ پر اس کتاب میں ذکر کی گئی ہیں۔

### حدیث اور خبر:

لفظ خبر و حدیث کے اصطلاح مشہور میں ایک ہی معنی ہیں، یعنی یہ دونوں لفظاً ہم معنی اور مراد فیں لیکن بعض محدثین (خبر اور حدیث میں فرق کرتے ہیں) اور حدیث کو ان امور کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ اور تابعین (تابعین) سے مردی و منقول ہیں اور خبر کو ان تاریخی امور کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو حکام و فرمادوا لوگوں اور گزشتہ زمانے کے حالات و واقعات کی بابت منقول ہوں۔

### محمدث اور اخباری:

اسی لیے محدثین اس شخص کو جو کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی خدمت میں مصروف و مشغول ہو محدث کہتے ہیں اور جو تو ارخ و معاشرات سے شغل رکھے اس کو اخباری کہتے ہیں۔

### رفع صریحی اور حکمی:

(حدیث مرفوض کا رفع) یعنی وہ نسبت جس میں انتہائے سند جناب رسول اللہ ﷺ پر ہو کبھی صریحی ہوتا ہے اور کبھی حکمی۔

### حدیث قولی اور رفع صریحی:

رفع صریحی حدیث قولی میں ایسے ہے جیسے کسی صحابی کا کہنا: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ كَذَا، یعنی میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرماتے تھے۔ یا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے سنا یا جیسے کسی صحابی یا غیر صحابی (یعنی تابعی یا اتباعی یا اور کسی راوی کا) کہنا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ كَذَا، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ كَذَا، یعنی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا فرمایا۔

حدیث فعلی اور رفع صریحی:

حدیث فعلی میں رفع صریحی ایسے ہے جیسے صحابی کا کہنا: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَ كَذَا، یعنی میں نے نبی ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ یا عن رَسُولِ اللَّهِ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا، یعنی نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے ایسا کیا۔ یا عن الصحابی او غیرہ مرفوعاً، یعنی کسی صحابی یا غیر صحابی سے نبی ﷺ کا یہ فعل بطریق مرفوع نقل و روایت کیا گیا ہے۔ یارَفَعَهُ أَنَّهُ فَعَلَ كَذَا، یعنی کوئی صحابی یا غیر صحابی اس حدیث کو بطریق رفع بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایسا کیا۔

حدیث تقریری اور رفع صریحی:

حدیث تقریری میں رفع صریحی ایسے ہے جیسے کوئی صحابی یا غیر صحابی کہیں کہ فلاں شخص نے اسکی شخص نے نبی ﷺ کے سامنے ایسا کیا اور نبی ﷺ کا اس پر انکار اور رد ذکر نہ کریں۔ رفع حکمی مع امثلہ:

رفع حکمی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی صحابی کسی ایسے واقعہ کی خبر دیں اور کوئی ایسی بات کہیں جو نہ تو کتب قدیمه کے حوالہ سے ہو اور نہ اس میں صحابی کے اجتہاد و رائے (اور عقل و فقہ) کو دخل ہو۔ مثلاً زمانہ گزشتہ کے احوال اور انبیاء ﷺ کے حالات کی خبر دیں۔ یا پیش آنے والے واقعات یعنی جنگ اور مصائب و شر وغیرہ کا ذکر کریں اور قیامت کی خوفناک باتیں بتائیں۔ یا کسی فعل پر مخصوص ثواب کے ملنے اور کسی فعل پر مخصوص عذاب کے ملنے کی خبر دیں۔ تو ان سب چیزوں کی اطلاع دینا صرف نبی ﷺ سے سنبھالنے پر موقوف و مبني ہے۔ مگر چونکہ صراحت نبی ﷺ کی طرف ان باتوں کی نسبت نہیں کی گئی، اس لیے ان روایات و منقولات کا رفع حکمی ہے اور یہ اخبار و روایات حکماً مرفوع ہیں۔

یا صحابی کوئی ایسا کام کریں جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو یہ بھی حکماً رفع ہے۔

یا صحابی اس امر کی خبر دیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں ایسا کرتے تھے تو صحابی کا یہ کہنا بھی رفع حکمی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ نبی ﷺ

کے زمانہ پاک میں ایسا کرتے تھے تو نبی ﷺ کو اس کی اطلاع اور خبر ہوگی اور وہی کا نزول بھی اس کے متعلق ہو گا۔

یا صحابی یہ کہیں کہ صحابہ کہا کرتے تھے: "من السُّنَّةَ كَذَا" کہ یہ بات سنت کے قبل سے ہے اور از قبل سنت ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا کہ "من السُّنَّةَ كَذَا" تو اس سے ظاہر یہ ہے کہ رسول ﷺ کی سنت مراو ہے۔

### سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدین ؓ

اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ "وَمِنَ السُّنَّةَ كَذَا" کہنے سے نبی ﷺ کی سنت ہی کی تخصیص تعین نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں سنت صحابہ اور سنت خلفائے راشدین کا بھی احتمال رہتا ہے، تاوقتیکہ دوسرے قرآن سے اس فعل مخصوص کے سنت نبوی ہونے کی بالصرارت تائید نہ ہو، کیونکہ سنت کا اطلاق جس طرح سنت نبوی پر آتا ہے اسی طرح سنت صحابہ اور سنت خلفائے راشدین پر بھی آتا ہے۔



## ذکر سنّد

طريق حدیث کو سنّد کہتے ہیں۔

طريق کے معنی ہیں راستہ، اور راستہ پہنچانے والا ہوتا ہے مقصود حَدیث کی طرف۔ اور حدیث یا قول ہے یا فعل ہے یا تقریر ہے یعنی معنوی چیز ہے۔ اس لیے اس لفظ کو استعارۃ مطلوب معنوی پہنچانے والے کے لیے استعمال کیا۔

اور طريق وہ افراد و رجال اور ناقلين وزواۃ ہیں جو حدیث کو روایت اور نقل کرتے اور ذکر و بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ رجال حدیث واسطہ اور درمیانی راستہ ہیں منزل مقصود یعنی نبی ﷺ کے افعال و اقوال و تقاریر تک پہنچانے کا۔

اور اسناد کے بھی یہی معنی ہیں لیکن کبھی اسناد کا لفظ سنّد کے ذکر کرنے اور طريق متن کے نقل کرنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

### ذکر متن:

اور متن اس کو کہتے ہیں جس پر اسناد قائمی ہوتا ہو، یعنی متن وہ لفظ و عبارت اور تعبیر و عنوان ہے۔ خواہ قول ہو یا فعل ہو یا تقریر ہو کہ جس پر سنّد کا سلسلہ پہنچ کر فرم ہو جاتا ہو۔  
الصال اور حدیث متصل:

پس اگر درمیان (زواۃ و ناقلين اور سلسلہ سنّد) سے کوئی راوی ساقط نہیں ہوا تو اس حدیث کو متصل کہتے ہیں اور اس عدم سقوط کو یعنی راوی کے ساقط نہ ہونے کو اصال کہتے ہیں۔

### انتظام اور حدیث منقطع:

اور اگر درمیان سے کوئی ایک راوی یا اکثر اور چند راوی ساقط ہو جائیں تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں اور راوی کے اس سقوط کو انتظام کہتے ہیں۔

غرضیکہ حدیث کی ذکر راوی عدم ذکر راوی کے اعتبار سے دو قسمیں ہوئیں، متصل اور منقطع۔ اگر سلسلہ سند میں سے کوئی راوی بھی ساقط نہ ہو تو حدیث متصل۔ اور اگر کوئی راوی ساقط ہو جائے، خواہ ایک راوی ہو یا ایک سے زائد تو وہ حدیث منقطع ہے۔

### تعليق اور حدیث متعلق:

پھر سقط راوی اور عدم ذکر راوی یا تو اول سند سے ہوگا، باس طور کے سلسلہ سند میں اول سند سے راوی ساقط ہو تو جس حدیث میں ایسا ہو وہ حدیث متعلق کہلائے گی اور اس اسقاط اور عدم ذکر راوی کو تعلیق کہتے ہیں۔

حدیث متعلق میں جو راوی ساقط ہوتا ہے وہ بھی ایک ہوتا ہے اور بھی ایک سے زیادہ اور بھی تمام سند ہی حذف کردی جاتی ہے۔ جیسا کہ مصنفوں کتب کی عادت ہے کہ بدون ذکر سند کے کہہ دیا کرتے ہیں: **فَالْرَّسُولُ اللَّهُ** - چنانچہ مکملۃ المصانع، جمع الفوائد وغیرہ حدیث کی ایسی کتابیں ہیں جن میں احادیث بغیر ذکر سند کے تعلیقاً روایت کی گئی ہیں۔

### تعليقات امام بخاری رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری کے تراجم و عنوانات میں تعلیقات یعنی وہ احادیث جو بدون ذکر راوی کے ہیں بہت زیادہ ہیں۔

### حکم تعلیقات بخاری رضی اللہ عنہ:

لیکن یہ سب تعلیقات اتصال کے حکم میں ہیں۔ یعنی اگرچہ وہ احادیث بدون ذکر سند کے لائی گئی ہیں لیکن مرتبہ میں ان احادیث کے برابر ہیں جن کی سند تمام نہ کرو ہو۔

اس لیے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب میں یہ التزام کیا ہے کہ جو حدیث بھی صحیح بخاری میں لا میں وہ صحیح ہو۔ اس التزام صحت کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ تعلیقات بخاری حکماً متصل ہیں لیکن یہ تعلیقات گو حکماً متصل ہیں مگر خود امام بخاری رضی اللہ عنہ کی احادیث مندہ کے مرتبہ میں نہیں ہیں۔ سوائے ان تعلیقات کے جن کو بطریق مند امام بخاری رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب میں دوسرے موقع پر ذکر کیا ہو۔

اور کبھی تعلیقات بخاری میں فرق کیا جاتا ہے بایس طور کہ جس تعلیق کو امام بخاری صیغہ جزم اور صیغہ معلوم سے ذکر کریں جیسے امام بخاری ڑاشٹ کا کہنا: "قَالَ فُلَانٌ" یا "ذَكَرَ فُلَانٌ" تو یہ دلالت ہے اس بات کی کہ امام بخاری کے نزدیک اس کی سند ثابت ہے۔ لہذا یہ تعلیق قطعاً صحیح ہوگی اور جس تعلیق کو امام بخاری صیغہ تم ریض اور صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کریں جیسے کہ قِيلَ يَا يُقَالُ يَا ذُكْرَ کے صیغہ کے ساتھ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری ڈاشٹ کو اس کی صحت میں کلام ہے۔ لیکن جب وہ اس کو اپنی کتاب میں لائے ہیں تو ضرور اس کے لیے کوئی اصل ثابت اور محقق ہے۔ اسی بنا پر جمہور مشائخ حدیث کا قول ہے کہ امام بخاری ڈاشٹ کی تعلیقات متصل بھی ہیں اور صحیح بھی۔

### ارسال اور حدیث مرسل:

اگر سقوط آخ سند میں ہے تو اگر راوی کا یہ سقوط تابعی کے بعد کے راوی کا ہے تو ایسی حدیث مرسل ہے اور یہ فعل ارسال کہلاتا ہے۔ جیسے تابعی کا کہنا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، یعنی تابعی مابعد کے راوی کا ذکر کیے بغیر، کسی امر کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کریں۔ نسبت درمیان مرسل و منقطع:

اور مرسل کبھی کبھی اصطلاح محدثین میں منقطع کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس بنا پر مرسل و منقطع میں تراوف ہوگا۔ اور نسبت ان دونوں میں تساوی کی ہوگی۔ ورنہ تو مرسل اس تعریف کی بنا پر ہے منقطع کے مبانی جس کی تعریف سابق میں گزری۔ کیونکہ منقطع وہ حدیث ہے جس کے درمیان میں سے ایک یا چند راوی ساقط ہو جائیں اور مرسل وہ حدیث ہے جس کے آخر سند میں سے تابعی کے بعد کا راوی مخدوف و ساقط ہو۔ لیکن پہلی اصطلاح کہ مرسل و منقطع میں فرق ہے تراوف نہیں ہے، زیادہ مشہور ہے۔

### حکم حدیث مرسل:

حدیث مرسل کا حکم جمہور مشائخ حدیث کے نزدیک یہ ہے کہ اس پر توقف کیا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ امر معلوم نہیں ہے کہ جس راوی کو ساقط کیا ہے وہ ثقہ اور مستند و معتمد علیہ بھی

ہے یا نہیں۔ اور یہ اس لیے کہ احتمال یہ ہے ایک تابعی کبھی دوسرے تابعی سے بھی روایت کرتے ہیں جیسے تابعی صیرت تابعی کبیر سے روایت کریں۔ اور تابعین میں ثقات وغیرثقات سب طرح کے راوی ہیں۔ یہ تو تجا جمپور کا مسلک۔

### حدیث مرسل اور امام ابوحنیفہ و امام مالک

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رض کا مسلک یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً ہر حالت میں مقبول ہے اور یہ دونوں حضرات اس کی مقبولیت کی دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کہ تابعی کے ارسالی حدیث کی وجہ یہ ہے کہ اس کو پورا یقین اور بہر و سہ ہے، یعنی تابعی نے جو اس حدیث کو مرسلًا بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کامل و ثوق اور پورا اعتماد ہے کیونکہ اگر اس کو اعتماد نہ ہوتا تو اس حدیث کو بیان ہی نہ کرتا یا اس راوی کو ساقط نہ کرتا۔ اس لیے کہ گفتگو اس تابعی کے اندر ہے جو شفہ ہے اور جب کہ وہ خود شفہ ہے تو اس کا ارسال کرنا بھی قبل یقین ہے۔ اور یہ بھی یقین ہے کہ جس راوی کو اس نے ساقط کیا ہے وہ بھی شفہ ہے، تو اگر یہ اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو ہرگز اس حدیث کو ارسال نہ کرتا اور راوی کو ساقط کر کے یہ نہ کہتا کہ **قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، يَعْنِي نَبِيُّ الْمُلْكَةِ نَعَنْ أَيْسَا فَرَمَى.**

### حدیث مرسل کی نسبت امام شافعی

امام شافعی رض کے نزدیک اگر ایک حدیث مرسل کی تائید و تقویت کسی دوسرے طریق سے اور دوسرا حدیث کے ذریعے سے ہوگئی ہو، خواہ وہ حدیث متوجہ (اصیل مفہول، یعنی جس سے تائید کی جا رہی ہے) خود بھی مرسل ہی ہو۔ یا مند ہو اگرچہ مند ضعیف ہی ہو تو اسی حدیث مرسل قبول کی جائے گی اور ان کے نزدیک مقبول ہوگی۔

### حدیث مرسل اور امام احمد

امام احمد رض کے حدیث مرسل کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک توقف و مقبولیت کا اور دوسرا عدم توقف وغیر مقبولیت کا۔ اور یہ (سابقہ) تفصیل اس وقت ہے جبکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہو کہ اس تابعی کی عادت یہ ہے کہ حدیث کو اس وقت مرسلًا بیان کرتے ہیں اور اپنے

بعد کے راوی کو اس وقت ساقط کیا کرتے ہیں جبکہ وہ راوی ثقافت میں سے ہو اور اگر اس تابعی کی عادت یہ ہو کہ ثقافت اور غیر ثقافت دونوں قسم کے راویوں سے حدیث کو مرسلًا بیان کر دیتے ہیں تو اس حدیث مرسل کا حکم بااتفاق جمیع مشائخ حدیث توقف اور عدم قبولیت ہے (ایسا ہی مددشین کی طرف سے کہا گیا اور کتب فتن میں مذکور ہے)۔

حدیث مرسل کے بارے میں اس سے زائد اور بھی تفصیل ہے جس کو کتاب فتح

المغیث شرح الفیہ الحدیث میں علامہ سخاوی رضاش نے بیان کیا ہے۔

### حدیث معرضل:

اگر سقوط درمیان سند سے ہو اور ساقط پے در پے اور یکے بعد دیگرے دو ہیں تو اس حدیث کو معرضل کہتے ہیں۔ (ضاد کے فتح کے ساتھ)

### حدیث منقطع:

اگر ساقط ایک ہو یا ایک سے زائد ہو مگر پے در پے نہ ہو اور ایک جگہ نہ ہو تو اس حدیث کو منقطع کہتے ہیں۔

### اطلاقات حدیث منقطع:

اس تعریف کی بنا پر منقطع غیر متصل کی قسم ہوگی، لیکن کبھی کبھی منقطع کا اطلاق غیر متصل پر بھی ہوتا ہے جس کی بنا پر منقطع غیر متصل کی تمام اقسام کو شامل ہو جاتا ہے۔ گویا اس لحاظ سے منقطع عام اور مخصوص کے درجہ میں ہوتا ہے۔ غرضیکہ پہلی اصطلاح کے موافق منقطع غیر متصل کی اقسام میں سے ایک قسم ہوئی۔ اور دوسری اصطلاح کے مطابق منقطع غیر متصل کا مراد ہوا۔ اور غیر متصل کی طرح مخصوص کے درجہ میں ہو کر غیر متصل کی جمیع اقسام کو شامل ہوا۔

انقطاع اور سقوط راوی کا پہچانا، راوی اور مردی عنہ کے عدم ملاقات کی پہچان پر ہے۔ اور دونوں کے درمیان عدم ملاقات اس طرح معلوم ہو سکتی ہے کہ یا تو یہ معلوم ہو جائے کہ راوی اور مردی عنہ کا زمانہ ایک نہیں یا یہ کہ اگر زمانہ ایک ہو تو راوی اور مردی عنہ کا آپس میں اجتماع نہیں ہوا اور راوی نے مردی عنہ سے اخذ و تحمل نہیں کیا۔ اور راوی کو اجازت نہیں ہوئی۔

اور یہ سب باتیں علم تاریخ کے ذریعے سے معلوم ہوتی ہیں جس میں رواۃ و ناقلين اور رجال و افراد حدیث کے پیدائش و اموات زمانہ تحصیل حدیث اور سفر وغیرہ ..... جملہ امور زندگی کے احوال کا بیان اور سوانح حیات و حالات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر علم تاریخ و فن محاضرات محدثین اور مشائخ حدیث کے نزدیک ایک بہت زبردست بنیادی چیز ہے اور ایک درجے میں علم حدیث کا علم تاریخ و محاضرات پر دار و مدار ہے۔

چونکہ حدیث کی سقوط راوی و عدم سقوط راوی یعنی اتصال روایت و عدم اتصال روایت کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: متصل، غیر متصل۔ اور منقطع کے دو اطلاق اور استعمال ہیں اور دونوں میں بین و ظاہر فرق ہے۔ اس لیے اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے مؤلف مقدمہ نے یہ تعبیر فرمائی کہ ایک بمعنی غیر متصل ہے جس کی بنا پر منقطع متصل کا قسم ہوتا ہے اور غیر متصل کے جمیع اقسام کا مقصود بن جاتا ہے اور دوسرے اطلاق کی بنا پر غیر متصل کی ایک قسم بنتا ہے۔

حدیث ملس:

حدیث منقطع کی اقسام میں سے ایک قسم ملس ہے۔ میم مضموم اور لام مشدد مفتوح کے ساتھ بصیغہ اسم مفعول اور اصطلاح حدیث میں اس کے فعل کو تدلیس اور اس کے فاعل کو مدلیس کہتے ہیں۔ لام مکسور کے ساتھ بصیغہ اسم فاعل۔

اس کی صورت یہ ہے کہ حدیث کی روایت نقل کرتے وقت راوی مردی عنہ کا یعنی شاگرد اور تحصیل حدیث اپنے شیخ اور استاد کا جس سے اس نے حدیث سنی ہے کسی وجہ سے نام نہ لے، بلکہ اپنے شیخ سے اوپر کے کسی شخص سے حدیث کی روایت نقل کرے اور ایسے لفظ کے ساتھ روایت بیان کرے جس سے یہ شبہ ہوتا ہو کہ شاید راوی نے اسی شخص سے سنा ہے اور وہی شخص اس حدیث کا مردی عنہ ہے اور اس کے ایسا کرنے میں جھوٹ کا احتمال بلکہ شایئہ تک بھی نہ پیدا ہوتا ہو جیسے کہ راوی عن فلان یا قال فلان کہے۔

حالانکہ جس سے روایت کر رہا ہے اور جس کے قول کو نقل کر رہا ہے اس سے راوی نے خود نہیں سنًا۔ کیونکہ یا تو دونوں کا زمانہ ایک نہیں تھا یا دونوں کا باہمی اجتماع نہیں ہوا جس بنا پر

اس راوی کو مردی عنہ سے روایت نقل کی اجازت ہوتی۔ کیونکہ اصطلاحی معنی منقول اور لغوی معنی منقول عنہ ہوتے ہیں۔ اور منقول و منقول عنہ کے درمیان نقل میں مناسبت اگرچہ ادنیٰ ہی درجہ کی ہو ضرور ہونا چاہیے۔ اس لیے بیہاں سے حضرت مولف، وجہ مناسبت نقل بیان فرماتے ہیں۔ لغت میں تدليس کے معنی ہیں: خرید و فروخت میں شے میج کے عیب کو چھپانا اور اصطلاح فتن حدیث میں تدليس اسی لغوی معنی سے منقول ہے اور دونوں میں مناسبت پوشیدہ کرنے اور چھپانے کی پائی گئی۔

اور کبھی اس نقل کی توجیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ تدليس مشتق و ماخوذ ہے دلس سے۔ اور دلس کہتے ہیں اختلاط ظلام یعنی اندر ہیرا چھا جانے کو اور بہت زیادہ اندر ہیرا ہو جانے کو۔ چونکہ اندر ہیرے کی وجہ سے اشیاء پوشیدہ اور مخفی ہو جاتی ہیں اور تدليس میں بھی راوی اپنے شیخ اور استاد کو کسی وجہ سے چھپا دیتا ہے اور جس سے روایت سنی ہے اس کو پوشیدہ رکھتا ہے اس لیے دونوں معنوں میں خفا و پوشیدگی ہوئی اور اس پوشیدگی کی وجہ سے تدليس کا لفظ خاص اس اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا۔

شیخ ابن حجر عزیزؑ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے تدليس ثابت ہواں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی مگر اس وقت کہ جب وہ تحدیث کی تصریح کر دے۔ یعنی مدلیس کی روایت تاوقتیکہ وہ اصل مردی عنہ کی تصریح نہ کرے مقبول نہیں۔

#### اجماع بر حرمت تدليس:

علامہ شفیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تدليس سب ائمہ کے نزدیک حرام ہے۔ گویا تدليس کی حرمت پر اجماع ہے۔ حضرت وکیع سے منقول ہے کہ جب تدليسِ ثوب (کپڑے کے عیب کا چھپانا) بھی جائز نہیں تو حدیث کی تدليس (راوی کا اپنے شیخ اور استاد کو چھپانا) کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

اور حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کے استاد ”مدلس“ اور تدليس کے کرنے والے کی بہت شدت و مبالغہ کے ساتھ نہ مرت فرمایا کرتے تھے۔

## حکم روایت مدلس و اختلاف محمد شین در قبول و عدم قبول روایت مدلس:

مدلیس کی روایت قبول کرنے میں مشائخ حدیث کا اختلاف ہے۔

محمد شین اور فقهاء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مدلیس ایک قسم کی جرح ہے اور جس شخص کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ یہ مدلیس کرتا ہے اس کی روایت بالکل قبول نہ کی جائے اور بعض مشائخ کہتے ہیں کہ مدلس کی روایت قبول کر لی جائے۔

اور جمہور محمد شین کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص شفیق راوی سے مدلیس کرتا ہے اس کی مدلیس قول کی جائے گی، جیسے اس عینہ حذف کر ان کی مدلیس مقبول ہے۔ اور جو شخص ضعیف وغیر ضعیف (قوی) ہر طرح کے راویوں سے مدلیس کرتا ہے اس کی روایت روکی جائے گی۔ جب تک کہ وہ اپنے سماع کی تصریح نہ کرے۔ اور سمعفت یا حَدَّثْنَا یا آخَبَرَنَا کا لفظ نہ کہے، یعنی (نا میں نے) یا (ہم سے حدیث بیان کی) یا (ہمیں خبر دی) کے الفاظ کی تصریح نہ کرے۔

### سبب مدلیس:

کبھی مدلیس کا باعث بعض لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی غرض فاسد ہوتی ہے مثلاً شیخ داستاد کے چھوٹی عمر کے ہونے کی وجہ سے نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یا لوگوں کے درمیان شیخ داستاد کے مشہور نہ ہونے اور لوگوں میں جاہ و منزلت نہ ہونے کی وجہ سے اپنے مقابلے میں شیخ کا کوئی مرتبہ اور اعزاز لوگوں میں نہیں پاتا۔ اس وجہ سے سماع عن اشیع کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے۔

### توجیہ مدلیس اکابر و سلف:

بعض اکابر سے جو مدلیس کا فعل واقع ہوا ہے اور بعض سلف نے باعتبار مدلیس کے جو روایت کی ہیں وہ اس قسم کی نہیں ہیں، کیونکہ وہ کسی غرض فاسد پر منی نہیں۔ بلکہ اس کا منشایہ ہے کہ ان کو حدیث کی صحیت پر یقین اور اعتقاد تھا۔ اور جن سے حدیث کی روایت کی ہے اگرچہ باعتبار مدلیس ہے مگر ان کے حالات و احوال کو بوجہ شہرت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی گئی۔

علامہ شنی ۃالش فرماتے ہیں کہ سلف و اکابر کے تدليس روایت کرنے کی محملہ اور توجیہات محملہ کے ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس نے حدیث کو تدليس روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو ثقات و معتدین کی ایک جماعت سے بھی سنا ہے اور اس شخص سے بھی سنا ہے جس سے تدليس کی ہے۔ تو اب حدیث ذکر کر کے ان ثقات راویوں میں سے کسی ایک کا یا سب کا ذکر کرنے سے مستغفی ہو گیا اور ان میں سے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں بھی۔ اور حدیث کو تدليس بیان کر دیا۔ کیونکہ حدیث کی صحبت کا ثبوت اس صورت میں تحقق و موجود ہے اور یہ صورت بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ فعل ارسال میں راوی مرسل (ارسال کرنے والا) حدیث کو مرسل بیان کرنے میں اختیار کرتا ہے۔

### حدیث مضطرب:

اگر حدیث کی اسناد یا حدیث کے متن میں رواۃ کی جانب سے اختلاف واقع ہو جائے۔ اور اختلاف ہونے کی صورت یہ ہے کہ راوی (کسی روایت میں) مقدم شے کو مؤخر کر دے یا مؤخر کو مقدم کر دے یا زیادہ کر دے یا کم کر دے۔ یا ایک راوی کے بجائے دوسرا راوی ذکر کر دے۔ یا ایک متن کے بجائے دوسرا متن ذکر کر دے یا اختصار کر دے یا حذف کر دے یا اسی قسم کی کوئی اور دوسری بات کر دے تو اسی حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

### حکم حدیث مضطرب:

اگر اس قسم کی حدیث کا غیر مضطرب حدیث کے ساتھ جمع ممکن ہو تو بہتر ورنہ اس مضطرب حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔

### حدیث مُدرَج:

اور اگر کسی راوی نے اپنے کلام کو یا کسی غیر کے کلام کو مثلاً کسی صحابی یا تابی کے کلام کو کسی غرض اور کسی وجہ سے حدیث میں شامل کر کے بیان کر دیا۔ جیسے لفظ حدیث کے لغوی معنی بیان کر دیے۔ یا حدیث کے مطلب و مراد کی تشریح و توضیح کر دی یا مطلق حدیث کو مقید کر دیا۔ یا اسی ہی کوئی بات حدیث میں شامل کر کے بیان کر دی تو اس حدیث کو مُدرَج کہتے ہیں۔

## روایت بالمعنى

یہ دوسری فصل ہے، اس میں اس امر سے خبردار کرنا مقصود ہے کہ حدیث کی روایت کرنا (بدول الفاظ کے) صرف معنی کے اعتبار سے بھی جائز ہے یا نہیں۔ چنانچہ تنبیہ کا عنوان قائم کرتے ہیں جس کے معنی ہیں تنبیہ (آگاہی) اور اس بحث میں حدیث کے بالمعنی روایت کرنے اور صرف معنی کے اعتبار سے نقل کرنے کا بیان ہے۔ حدیث کی روایت و نقل بالمعنی میں علماء محدثین کا اختلاف ہے۔

### اقوال ار بعد در روایت بالمعنى

قول اول: اکثر محدثین یہ کہتے ہیں کہ روایت بالمعنى جائز ہے۔ اس شخص کے لیے جو عربیت کا عالم اور عربی کلام کے اسلوب و انداز سے اچھی طرح و افہمت اور اس میں مہارت و ملکہ رکھتا ہو۔ اور ترکیب کلام و ترتیب و نسق کی خصوصیتوں سے واقف اور زبان دانی، مخاطبیت، محاورات اور بول چال کے مضامین کا جانے والا ہو۔ اور یہ اس لیے تاکہ حدیث کا مفہوم بیان کرنے میں زیادتی یا کمی کی غلطی نہ کر دے۔

عربیت سے مراد خصوصی طور پر علم خوب ہے جس پر زبان کی صحت و خطاب موقوف ہوتی ہے اور عموماً عربیت سے وہ تمام علوم عربیہ مراد ہوتے ہیں جن کے بغیر عربی زبان حاصل نہیں ہو سکتی، جیسے علم صرف، علم انتقاد، علم افت، ادب، معانی بیان و بدیع، تاریخ و محاضرات وغیرہ وغیرہ۔

قول ثانی: بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ روایت بالمعنى منفرد الفاظ اور مفرد کلام میں جائز ہے۔ سرکب الفاظ اور مرکب کلمات یا کلام و عبارت میں جائز نہیں۔

مرکب سے مراد یہاں مرکب ت accus اور مرکب تمام دونوں ہیں، یعنی مرکب اضافی و مرکب توصیفی وغیرہ مرکبات ناقصہ بھی اور جملہ و کلام مرکب اضافی و مرکب تمام بھی۔

**قول ثالث:** ایک قول یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص کو الفاظ یاد ہوں اور کلمات حدیث اس کی یاد میں محفوظ ہوں اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے کیونکہ وہ شخص ان میں تصرف کرنے اور سمجھنے کیجانے پر قدرت رکھتا ہے، یعنی ان کے معانی اور مفہوم و مراد پر بخوبی اطلاع رکھتا ہے۔ زیادتی یا نقصان اداے مضمون میں نہیں کر سکتا۔ یا یہ کہ ایسا شخص الفاظ کے معانی میں تصرف کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس شخص کو جب الفاظ یاد ہیں تو ان سے معانی و مفہوم اور مقاصد و مطالب کا بہت عمدہ طریقے سے استخراج و استنباط کرنے پر قادر ہے۔

**قول رابع:** اس بارے میں ایک قول یہ کہا گیا ہے کہ روایت بالمعنی اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو حدیث کے معانی محفوظ ہوں اور یاد ہوں اور الفاظ یاد نہ ہوں۔ اور یہ جواز اس ضرورت کی وجہ سے ہے جو کہ تفصیل احکام کے لیے داعی ہے۔ کیونکہ حدیث سے احکام وسائل کے حاصل کرنے کی ضرورت حدیث کے بالمعنی روایت کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن جس شخص کو الفاظ بھی یاد ہوں اس کے لیے جائز نہیں۔ کیونکہ اب بالمعنی روایت کرنے کی کوئی ضرورت داعی اور درپیش نہیں۔

### ترجیح روایت باللفظ:

یہ چار اتوال حدیث کی روایت بالمعنی کے جواز و عدم جواز میں ہیں۔ لیکن بہر حال روایت بالالفاظ کی اولویت اور ارجحیت بدلوں اس کے کہ الفاظ میں کسی قسم کا تصرف اور تغیر و تبدل کیا جائے، متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے بوجہ رسالت مآب ﷺ کے اس ارشاد کے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تَضَرَّرَ اللَّهُ أَمْرًا سَيِّعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا فَأَدَّا هَاكَمَا سَيِّعَ الحَدِيثُ، یعنی حق تعالیٰ دارین میں خوش و خرم، تروتازہ اور سربرز و شادا ب رکھے اس شخص کو جس نے میری بات اور میرے قول کو سنا اور اس کو یاد کر کے اور محفوظ رکھ کر جس طرح سناتھا بلکم دکاست اور بغیر تصرف اور بدلوں تغیر و تبدل اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیا اور ادا کر دیا۔

### روایت و نقل بالمعنی در صحاح ستة:

صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں روایت و نقل بالمعنی بکثرت واقع ہے (اور غالباً یہ

”حدیث نصارات“ بھی مؤلف مقدمہ ہاشم نے بطريق روایت بالعنی ہی یہاں ذکر کی ہے کیونکہ یہ قطعہ حدیث اس ترتیب کے ساتھ حدیث کی کتب متداولہ مروجہ میں مترجم مقدمہ ہذا (عنی اللہ عنہ) کو نہیں ملا۔ شیخ محدث کی نظر سے شاید اس ترتیب کے ساتھ گزرا ہوا اور کسی حدیث کی کتاب میں منقول ہو۔ والعلم عند الله عنعنة اور حدیث معنعن:

اور عنعنة کہتے ہیں: عن فلان، عن فلان کے لفظ سے حدیث کے روایت کرنے کو۔ اور مُعَنَّعِن اس حدیث کو کہتے ہیں جو عنعنة کے طریق پُنقُل کی گئی ہے یعنی جس میں عن فلان عن فلان واقع ہو۔

رائے امام مسلم ۃالشیعہ دربارہ عنعنة:

امام مسلم ۃالشیعہ کے نزدیک عَنْعَنَةَ کے ساتھ روایت کرنے میں دونوں راویوں کا ہم عصر اور ہم زمان ہونا شرط ہے۔ اور صرف معاصرت اور یک زمانی ہی کافی ہے ملاقات یا اخذ شرط نہیں۔ یعنی ایک دوسرے کا آپس میں ملنا اور ایک کا دوسرے سے حدیث لینا بھی معلوم و ثابت ہو۔ یہ معلوم ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف اتنا معلوم ہو جانا کافی ہے کہ دونوں کا زمان ایک تھا۔ اب صرف اتنا معلوم ہو جانے پر اگر ایک کی روایت دوسرے سے ہے وہ روایت امام مسلم ۃالشیعہ کے نزدیک مقبول ہوگی۔ رہ گئی یہ بات کہ یہ امر بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کی دوسرے سے ملاقات بھی ہوئی ہے اور ایک نے دوسرے سے حدیث کی اخذ و تخلیل بھی کی ہے یہ معلوم ہونا ضروری نہیں۔

رائے امام بخاری ۃالشیعہ:

امام بخاری ۃالشیعہ کے نزدیک ہم عصری اور یک زمانی کے ساتھ باہمی ملاقات بھی شرط ہے۔

رائے غیر شیعین:

اور ان دونوں بخاری و مسلم (شیعین ۃالشیعہ) کے علاوہ اور انہی کے نزدیک روایت بالعنعنة میں معاصرت و ملاقات کے ساتھ اخذ و تخلیل بھی شرط ہے۔

تردید امام بخاری و دیگر محدثین از امام مسلم:

چونکہ امام مسلم رض کے نزدیک روایت بالعنعنة میں دونوں راویوں کا صرف ہم عصر ہونا کافی ہے، یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں راویوں کا زمانہ ایک ہے اور دونوں ایک زمانہ میں ہوئے اور ایک زمانہ میں گزرے ہیں اور ملاقات شرط نہیں جیسا کہ امام بخاری رض لقا کی شرط کرتے ہیں اور اخذ و تخلی حدیث بھی شرط نہیں جیسا کہ دوسرے محدثین کہتے ہیں، اسی لیے امام مسلم رض نے ان دونوں فریق کی بہت سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور اس تردید میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

حکم عنعنة مدرس:

اور مدرس کا عنعنة (بالکل) مقبول نہیں۔

حدیث مسنّد:

اور ہر وہ حدیث جو مرفوٰع ہو اور اس کی سند متصل ہو وہ مسنّد کہلاتی ہے۔ حدیث مسنّد کی تعریف میں یہی قول مشہور اور عند العلماء معتمد و معترج ہے۔

اور بعض علماء نے ہر حدیث متصل کو مسنّد کہا ہے اگرچہ وہ موقوف یا مقطوع ہو اور بعض نے صرف حدیث مرفوٰع کو مسنّد کہا ہے اگرچہ وہ مرسّل ہو یا معرض ہو یا منقطع۔

حکم عنعنة

## حدیث شاذ و منکر و مُعلّل

حدیث کی اقسام میں ایک قسم شاذ ہے، ایک منکر اور ایک مُعلّل۔

### تعريف شاذ:

شاذ کے معنی لغت میں وہ شخص جو جماعت سے اکیلا اور تنہارہ جائے۔

اور اصطلاح محدثین میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں جو روایت ثقات کے خلاف ہو۔

یعنی وہ روایت جو خلاف ہواں روایت کے جس کو شقد راویوں نے نقل کیا ہو۔

### شاذ مردود:

پس اگر حدیث شاذ کے راوی ثقہ اور معتمد علیہ نہیں ہیں تو اسی حدیث شاذ مردود ہوگی اور اگر اس کے راوی ثقہ اور معتمد لوگ ہیں تو چونکہ یہ حدیث اس روایت کے جس کو دوسرے ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے خلاف ہے (اگرچہ اس روایت کے راوی بھی ثقہ ہیں) مگر روایت ثقات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔

### طريق ترجیح:

اور وہ طریقہ یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں جس حدیث کے راوی حفظ و یادداشت اور ضبط و صیانت کی زیادتی کے ساتھ موصوف ہوں۔ یا تعداد ثقہ راویوں کی جس حدیث میں زیادہ ہو، ان کا لحاظ کیا جائے گا، اسی طرح اور دوسری وجہ ترجیح کو دیکھا جائے گا۔ تو جو حدیث راجح ثابت ہوگی اس کو حدیث محفوظ کہا جائے گا اور جو حدیث مرجوح ثابت ہوگی اس کی حدیث شاذ کہیں گے۔

تعریف حدیث منکر:

منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ضعیف راوی روایت کرتا ہو، لیکن یہ ضعیف راوی مخالف ہوا س راوی سے کہ یہ ضعیف راوی اس سے اضعف ہے۔ یعنی یہ ضعیف راوی جس راوی کے مخالف ہے اس سے اضعف بھی ہے لیعنی ضعف میں بھی اس سے کم درجہ کا ہے غرضیکہ دونوں راوی ہوتے تو یہ ضعیف، مگر حدیث منکر کا راوی جس حدیث کے مخالف روایت کرتا ہے اس کے راوی سے ضعیف ہوتا ہے۔

منکر و معروف شاذ و محفوظ:

منکر کا مقابل معروف ہے۔ حدیث منکر و معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں، لیکن ایک کا راوی دوسرے سے اضعف ہوتا ہے۔ اور حدیث شاذ و محفوظ میں ایک کا راوی دوسرے سے اقویٰ ہوتا ہے اور حدیث شاذ و منکر مرجوح ہوا کرتی ہیں اور حدیث محفوظ و معروف راجح ہوا کرتی ہیں۔

آراء محمد شین دربارہ حدیث شاذ منکر:

اور بعض محمد شین نے شاذ اور منکر کی تعریفوں میں خالفت راوی آخرب کی قید اور شرط نہیں لگائی اور نہ یہ کہ وہ راوی قوی ہو یا ضعیف، بلکہ یہ تعریف کی ہے کہ شاذ اس حدیث کو کہتے جس کو ثقہ روایت کرے اور اکیلا و تہبا ہی بیان کرے۔ اور اس حدیث کے لیے کوئی اصل اس کے موافق یا اس کے موئید نہ ہو۔ اور یہ تعریف صادق آتی ہے ثقہ راوی کے منفرد اور صحیح روایت پر۔

اور بعض محمد شین نے شاذ کی تعریف میں نہ تو راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا ہے اور نہ خالفت راوی کا، بلکہ ہر وہ حدیث جس کو وہ شخص روایت کرے جس پر فتن کا یا غفلت کی زیادتی کا یا انگلاظ کی کثرت کا طعن و اتهام ہو اور ان امور سے گانہ میں سے اس پر کسی نہ کسی امر کے ساتھ جرح کی گئی ہو، اس کو منکر کہتے ہیں۔

لیکن یہ سب اصطلاحات ہیں اور مصطلح امور ہیں، ان میں کسی قسم کا مناقشہ و نزدیکی اور

جھگڑا کرنا اہل علم درست نہیں رکھتے۔

### حدیث معلل:

معلل لام کے فتح کے ساتھ، حدیث کی وہ اسناد جس میں اسی پوشیدہ وجہ اور مخفی اسباب ہوں جو صحیح حدیث میں قادر و حارج دلیل انداز دلیل پذیر ہوں۔ اور جن پر کامل الفن صاحب بصیرت مشائخ حدیث ہی اطلاق پاسکتے ہوں۔ جیسے حدیث موصول میں ارسال کا ہونا۔ یا حدیث مرفوع میں وقف کا ہونا۔ اور ایسے ہی دیگر اسباب و وجہ مخفیہ۔

### وجہ تقلیل و تصریح عبارت معلل:

اور کبھی اسناد حدیث میں علت قادر بیان کرنے والے کی عبارت (والفاظ بیان و ادائے تعبیر) اپنے دعوے پر دلیل بیان کرنے سے قاصر اور کوتاه رہتی ہے۔ جیسے صراف یعنی شمار اور جو ہری درہم و دینار کے پر کھٹے میں کھٹے اور کھرے کی تمیز تو کر لیتے ہیں مگر بعض اوقات کھٹے اور کھرے ہونے پر وجہ اور دلیل بیان کرنے سے عاجز اور مجبور رہتے ہیں۔ اور کھٹے کھرے ہونے پر دلیل نہیں قائم کر سکتے اور کھوٹا کھرا ہونا دلیل سے ثابت نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث کی اسناد میں تقلیل ثابت کرنے اور ان امور کے وجہ صحیح حدیث میں قادر ہوں، ان کے تلاش کرنے اور بیان کرنے میں معلل (بکسر لام بصیرہ اہم فاعل) کی عبارت کبھی بہت کم ہوتی اور ادائے تقلیل میں قاصر ہوتی ہے۔ گویا ان امور قادر کی طرف صرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جس سے سمجھنے والے کے لیے فتحِ باب ہو جاتا ہے۔

### حدیث متابع:

اور اگر ایک روایی نے ایک حدیث نقل کی اور دوسرے روایی نے ایک حدیث اس کے موافق روایت کی تو اس حدیث کو ”تابع“ کہتے ہیں۔ باء کے زیر کے ساتھ بصیرہ اہم فاعل۔ چنانچہ مشائخ حدیث کے اس قول کے کہ (تابعہ فلان) یہی معنی ہیں کہ یہ حدیث اس دوسری حدیث کے متابع اور اس کے موافق و مطابق ہے۔

متابعات امام بخاری رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رضی اللہ عنہ بہت کثرت کے ساتھ اپنی جامع صحیح میں یہ لفظ لائے ہیں کہ ”وَيَقُولُونَ وَلَهُ مُتَابِعَاتٌ“ کہ مشائخ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متتابعات ہیں یعنی اور دوسری احادیث و روایات اس کے موافق ہیں۔

متابعت کا یہ فعل تقویت اور تائید کا باعث ہوتا ہے۔ جب ایک حدیث ایک راوی نے روایت کی اور ایک حدیث دوسرے راوی نے اس کے موافق روایت کی تو دونوں حدیثوں کی متتابعت و موافقت سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث قوی ہے۔

اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث متتابع ہے وہ اصل کے ساتھ (جو حدیث کہ متتابع ہے یعنی جس حدیث کی متتابعت میں یہ دوسری حدیث بیان کی گئی ہے) مرتبہ میں مساوی اور برابر ہو۔ بلکہ اصل حدیث سے یہ دوسری حدیث اگرچہ کم بھی ہوتا بھی متتابع کی صلاحیت رکھے گی۔

متابعت کاملہ و ناقصہ:

اور متتابع بھی نفس راوی اور ذات راوی میں ہوتی ہے اور کبھی ایسے شخص میں ہوتی ہے جو راوی سے اوپر کے درجہ میں ہو۔ لیکن اول قسم کی متتابع دوسری قسم کی متتابع سے تام اور کامل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اسناد کے اول میں کمزوری اور ضعف کا پایا جانا اکثر وغلب ہے۔

لفظ متتابع مثله و نحوہ:

حدیث متتابع اگر اصل حدیث کے ساتھ لفظ و معنی دونوں میں موافق ہو تو اس کے اظہار کے لیے مشائخ حدیث کی اصطلاح میں ”مثله“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر صرف معنی اور مضمون میں موافقت ہوتا لفظ ”نحوہ“ استعمال کرتے ہیں۔

شرط متتابع:

متتابع ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ دونوں حدیثیں جن میں متتابع ہو رہی ہے ایک صحابی سے مردی و منقول ہوں۔

شاهد:

اگر دو صحابیوں سے ہوں تو اس حدیث کو ”شاهد“ کہتے ہیں جیسا کہ مشائخ حدیث کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے: ”لَهُ شَاهِدٌ مِّنْ حَدِيثٍ أَيْنِ هُرَبَّةَ“ کہ اس حدیث کی شاہد (جس کا راوی کوئی دوسرا ہے) ابو ہریرہ رض کی حدیث ہے لیعنی راوی دو ہیں اور مضمون متعدد ہے۔ یا کہا جاتا ہے۔ ”لَهُ شَوَاهِدُ“ کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ لیعنی مختلف راویوں سے اس ایک مضمون کی احادیث مروری ہیں۔ یا کہا جاتا ہے: وَيَشَهُدُ حَدِيثُ فُلَانٍ، کہ فلاں راوی کی حدیث اس کی شاہد ہے۔

متابع لفظی و معنوی:

اور بعض مشائخ حدیث یہ تخصیص کرتے ہیں کہ متابعت کہتے ہیں موافقت لفظی کو۔ اور شاہد کہتے ہیں موافقت معنوی کو، خواہ ایک ہی صحابی سے ہو یا دو صحابیوں سے۔

اطلاق شاہد و متابع:

اور کبھی شاہد اور متابع کا استعمال ایک ہی معنی پر ہوتا ہے۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ شاہد بول کر متابع بول کر شاہد مراد ہیں اور ایک کو دوسرے کے بجائے استعمال کریں۔

اعتبار:

تابع و شاہد معلوم کرنے کے لیے متون حدیث اور اسانید حدیث میں تفییش و جستجو کرنے کو اصطلاح محدثین میں اعتبار کہتے ہیں۔



## تقسیم حدیث

حدیث کی مختلف اعتبار سے متعدد تقسیمیں اور بہت اقسام بیان کی جاتی ہیں، مگر ابتدائی اور اولیٰ تقسیم اور اصلی تقسیم باعتبار صحت و قوت اور عدم صحت و ضعف کے تین ہیں۔

### وجہ حصر و اقسام اولیہ:

کیونکہ یا تو حدیث من کل الوجه قوی ہوگی۔ تب تو صحیح۔

یا من کل الوجه قوی نہ ہوگی تب ضعیف۔

یا بعض وجوہ سے قوی اور بعض وجوہ سے ضعیف ہوگی۔ تب حسن ہوگی۔

چنانچہ حضرت شیخ رضا فرماتے ہیں:

حدیث کی اصل میں تین تقسیمیں ہیں: صحیح، حسن، ضعیف۔

صحیح کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے اور ضعیف کا مرتبہ ادنیٰ اور حدیث حسن ان دونوں کے درمیانی درجہ کی اور ان دونوں کے میں میں ہے۔

ان ہر سے اقسام حدیث کے علاوہ باقی اقسام حدیث (یعنی اور مختلف اعتبار سے حدیث کی جتنی فتمیں بھی کی جائیں، ان سے خارج نہیں ہو سکتیں، یعنی ان اقسام ثلاثة ہی میں داخل ہوں گی)۔

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

### تعريف حدیث صحیح:

صحیح کی تعریف یہ ہے کہ: وہ حدیث جو ایے شخص کی نقل و روایت سے ثابت ہو اور درجہ ثبوت کو پہنچی ہو جو کہ عادل ہو، تمام الفاظ اور کامل الفاظ ہو۔ اور اس حدیث میں کوئی سبب غلطی اور پوشیدہ امر قارج و مانع صحت نہ ہو اور نہ اس حدیث میں کسی قسم کا شذوذ ہو، یعنی وہ حدیث نہ معطل ہو اور نہ شاذ۔

شرائط صحیت حدیث:

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حدیث صحیح کی تعریف میں چار قیود و شرائط ہیں:  
 اول عدمالت۔ دوم تمام و کمال ضبط۔ سوم عدم علت۔ چہارم عدم شذوذ۔  
 یعنی دو وجودی شرطیں ہیں اور دو عدمی شرطیں۔

اقسام حدیثحدیث حسن لذاته:

پس اگر یہ صفات اربعہ علی وجہ الکمال وال تمام پورے طور پر کسی حدیث میں پائی جائیں تو وہ حدیث صحیح لذاته ہو گی۔

حدیث صحیح لغیرہ:

اور اگر یہ صفات پورے طور پر کسی حدیث میں نہ پائی جائیں بلکہ ان صفات میں کسی قسم کی کمی پائی جائے لیکن یہ کمی اور کمزوری ایسی ہو کہ اس کا پورا کرنے والا پایا جائے، باس طور کہ یہ حدیث اور دوسرے متعدد طریقوں سے منقول ہو تو ایسی حدیث صحیح لغیرہ کہلاتی ہے۔

حدیث حسن لذاته:

اور اگر ان صفات میں کمی کا پورا کرنے والا نہ پایا جائے تب حدیث حسن لذاته ہو گی۔

حدیث ضعیف:

اور اگر وہ صفات و شرائط جو کہ صحیح میں معتبر ہیں وہ سب کی سب یا ان میں سے بعض موجود نہ ہوں تب حدیث ضعیف ہے۔

حدیث حسن لغیرہ:

اور حدیث ضعیف اگر متعدد طریقوں سے منقول ہو اور اس کے ضعف کا اس صورت سے بدلت اور جبر نقصان ہو جاتا ہو تو حدیث حسن لغیرہ ہے۔  
 مشارع حدیث کے ظاہر و صریح کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام کی تمام صفات جو

حدیث صحیح کی صحت کے لیے ذکر کی جاتی ہیں۔ حدیث حسن میں تمام کی تمام پائی جانی چاہئیں مگر ناقص طور پر۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ حدیث حسن میں جس کی اور نقصان کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس کے (راوی کے) ضبط میں خفت، بلکہ پن اور کمزوری ہو۔ اور باقی صفات جو صحیح میں ذکر کیے گئے ہیں وہ سب علی حالہا (حدیث حسن میں) موجود ہونے چاہئیں۔

حدیث صحیح کی تعریف میں چار قوید بخوبی ہیں، عدالت، کمال ضبط، عدم علت، عدم شذوذ۔ حضرت مؤلف ﷺ اب چاروں شرطوں کی تعریف اور توضیح تفصیل بیان فرماتے ہیں:

### عدالت:

پہلی شرط حدیث کی صحت کے لیے راوی کا عادل ہونا ہے اور عدالت آدمی کے اندر ایک ایسی کیفیت نفسانی کا ہوتا ہے جو آدمی کو تقویٰ و پر ہیزگاری و خدا ترسی کے التزام پر اور مردود و انسانیت اور ادب و اخلاق پر آمادہ و برائیختہ کرے۔

تقویٰ سے مراد ہے براء افعال سے بچنا۔ جیسے شرک، فتن اور بدعت اور صغیرہ گناہوں سے بچنے میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ صغیرہ سے بچنے کی بھی شرط لگاتے ہیں لیکن مختار محدثین کے نزدیک اور اولیٰ مشائخ حدیث کے نزدیک یہ ہے کہ صغیرہ سے بچنا چونکہ انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لیے اس کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے صغیرہ سے بچنا شرط نہیں، البتہ صغیرہ پر اصرار کرنا چونکہ کبیرہ گناہ ہے اس لیے صغیرہ پر اصرار سے بچنا شرط ہے تاکہ کبیرہ نہ ہو جائے۔

عدالت کی تعریف میں مردود کا لفظ آیا ہے۔ حضرت مؤلف اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ مردود سے مراد بعض ان فروماں گیوں اور خرایوں اور کمزوریوں سے دور رہنا اور بچنا ہے جو کہ ہمت و مردائلی اور جو ہر انسانیت و اخلاق و آداب شرافت کے مقتضی کے خلاف ہیں۔ جیسے بعض وہ مباح و جائز امور جو اونی اور کم درجہ کے ہیں اور ان میں خست پائی جاتی ہے۔ مثلاً بازار میں کھانا پینا یا راستہ میں پیشتاب کرنا وغیرہ اور ان جیسے افعال کے نی خذات جائز اور مباح

دورست ہیں مگر بلند ہمتی، عالی اخلاقی، وسیع النظر فی اور بالا حوصلگی میں ان کا شمار نہیں۔

### عدلی روایت و عدلی شہادت کے درمیان فرق:

متناسب و ضروری ہے کہ معلوم کیا جائے کہ عدلی روایت (راوی کا عادل ہونا) عام ہے عدل شہادت (شہید اور گواہ کے عادل ہونے) سے۔ اس لیے کہ عدلی شہادت مخصوص ہے خر اور آزاد کے ساتھ۔ اور عدلی روایت شامل ہے خروج عبد اور آزاد و غلام دونوں کو۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث کی روایت میں عدل و عدالت خروج عبد اور آزاد و غلام دونوں کو مشتمل ہے، بخلاف عدل فی الشہادت کے کہ شہید اور گواہ صرف وہ عادل ہو سکتا ہے جو کہ خر اور آزاد ہو۔

### تعیین عدلی روایت:

جس طرح عدل فی الرؤایت آزاد و غلام دونوں کو شامل ہے اسی طرح مرد و عورت اور بالغ و نابالغ کو بھی عام اور شامل ہے کہ ان کی بھی کوئی تخصیص اور شرط نہیں۔

### توضیح ضبط:

ضبط سے مراد اسی ہوئی بات کا یاد رکھنا اور اس کو ضائع ہو جانے سے اور گڑ بڑ ہو جانے سے اور کم زیادہ ہونے سے بچالینا اور محفوظ رکھنا ہے۔ یعنی اس کو بعینہ اور علی حالہ باقی رکھنا کہ اس میں سے کوئی چیز جاتی نہ رہے اور اس میں کچھ گڑ بڑی اور غلبل و نقصان نہ آجائے۔ اس طریقہ پر کہ جب چاہے اس کو اپنے ذہن میں متحض و موجود کر سکے۔ یعنی اس کو اپنی یادداشت میں حاضر کرنے اور حافظہ میں یاد رکھنے پر قادر و ممکن ہو۔

### ضبط صدر و ضبط کتاب:

ضبط کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک ضبط صدر اور دوسرے ضبط کتاب۔

ضبط صدر کی صورت یہ ہے کہ دل میں یاد رکھنا اور دماغ میں محفوظ کر لینا۔

اور ضبط کتاب کی صورت یہ ہے کہ کتاب کو ادا و بیان کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھنا کہ کتاب کو دوسرے کو دینے کے وقت تک یا کتاب کی املا کرنے اور نقل کرنے کے وقت تک یا اس میں سے ادا و بیان کرنے کے وقت تک اپنے پاس محفوظ رکھے۔

## اسباب طعن وجرح

جو اسباب و وجہ عدالت (فی الروایت) میں طعن و جرح پیدا کرتے ہیں پانچ قسم کے ہیں:

اول: کذب ، جھوٹ بولنا۔

دوم: اتهام ، بالکذب ، جھوٹ کے ساتھ منسوب و مہم ہونا۔

سوم: فسق ، عملی نافرمانی کرنا۔

چہارم: جھالت ، نادانی و نادانشگی۔

پنجم: بدعت ، امر دینی میں خلاف شرعاً ثابت کا اعتقاد کرنا (اعتقادی نافرمانی)۔

والمراد سے حضرت مؤلف ان پانچوں اسباب طعن کی تفصیل بیان فرماتے ہیں:

### (۱) کذب راوی:

کذب راوی سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی ﷺ میں اس کا کذب ثابت ہوا ہو۔

کسی ایک حدیث میں کذب ثابت ہو چکا ہو، کسی خاص (باب اور مسئلہ کی) حدیث کی تخصیص نہیں۔

یا تو ایسے طریقہ پر کہ ( واضح حدیث) حدیث کے بنانے اور گھرنے والے نے حدیث کے وضع کرنے کا اقرار کیا ہو۔ یا اس کے علاوہ اور قرائیں ہوں جن سے حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے واضح و کاذب ہونے کا پتا چلتا ہو۔

### حدیث موضوع:

جس شخص پر کذب کا طعن لگایا گیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

اور جس شخص سے حدیث نبوی ﷺ میں قصد اور مدعا کذب ثابت ہو جائے اگرچہ اس کا وقوع و صدور تمام عمر میں ایک ہی مرتبہ ہوا ہو اور وہ شخص اس سے توبہ بھی کر لے جب بھی اس

کی حدیث کبھی قبول نہ کی جائے گی۔ برخلاف جھوٹی گواہی دینے والے کے کہ جب وہ تو بہ کر لے اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

غرضیکہ اصطلاح مشارک حدیث میں حدیث موضوع سے ایسی حدیث مراد ہوتی ہے (جو بیان ہوئی)۔

اور یہ مراد نہیں ہے کہ راوی کا کذب ثابت ہو اور یہ کذب خاص اس حدیث کے اندر معلوم ہوا ہو۔ کیونکہ راوی کے کذب کا معاملہ اور راوی کے کذب معلوم ہونے کی بات ظرفی اور چیزیں ہے۔

اور حدیث کے وضع و کذب اور افترا و اختلاف یعنی حدیث کے بنانے اور گھڑنے کا حکم لگانا غالب گمان کے اعتبار سے ہے۔ اس لیے کہ اس میں شک کے دور کرنے اورطمینان لگانی حاصل کرنے کی کوئی راہ نہیں۔ چونکہ جھوٹا شخص کبھی کبھی حق (بھی) بول دیا کرتا ہے جیسا کہ اس کی مثل بھی مشہور ہے: الکذوب قد يصدق۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا کہ ثبوت کذب (اور اسی طرح ثبوت صدق) کا مسئلہ قیاسی اور ظرفی و تجربی ہے یعنی وضع و افترا کا حکم لگانا (یا نہ لگانا) ظن غالب کے اعتبار سے ہے۔ قطعی شک اور حصولی یقین کو اس میں دخل نہیں، کیونکہ جھوٹا کبھی حق (اور سچا کبھی جھوٹ) بھی بول دیا کرتا ہے۔ تو اس بنا پر وہ اعتراض بھی جاتا رہتا ہے جو کہ ”حدیث موضوع باقرار واضح“ کی تعریف پر کیا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ واضح اپنے اس اقرار و وضع میں (اور حدیث کو خود اپنے آپ گھڑنا اور بنا تسلیم کرنے میں) کاذب ہو۔ اس لیے کہ اس اقرار میں واضح کا صدق ظن غالب کے اعتبار سے ثابت اور معلوم ہو گیا۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ واضح نے حدیث کے وضع کرنے کا جو اقرار کیا ہے اس میں سچا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ مانا جائے تو قتل کا اقرار کرنے والے کو قتل کے بدالے میں قتل کرنے اور زنا کا اقرار کرنے والے کو اس کی سزا میں رجم کرنے کی کوئی منجاشی نہ نکل سکے گی۔ اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ قاتل وزانی اپنے اقرار میں کاذب اور جھوٹے ہوں۔ یہ مسئلہ چونکہ بہت اہم

ہے اس لیے حضرت مؤلف تنبیہ فرماتے ہیں کہ اس کو خوب اچھی طرح سمجھو لو۔

### (۲) تهمت:

عدالت کے اسباب و وجہ طعن میں دوسرا طعن و جرح تہمت ہے۔ یعنی راوی کا کذب کے ساتھ متهمن و منسوب ہونا۔

اس کی صورت یہ ہے کہ راوی ”کلام ناس“ میں یعنی عام گفتگو میں اور لوگوں کے ساتھ بات چیت میں جھوٹا مشہور ہو۔ اور حدیث نبوی ﷺ میں اس کا کذب ثابت نہ ہو۔ اور اس متهم بالکذب اور منسوب بالکذب شخص کے حکم میں اس شخص کی روایت بھی ہے جو اصول دین اور ضروریات دینیہ کے مخالف ہو۔

ایسا ہی (اپنے اصول کے مطابق) مثال نجح حدیث نے کہا ہے: ضروریات دین اور اصول دینیہ میں ایسے شخص کی روایت کا یہ حکم اس لیے ہے کہ دین کے اصول ضروریہ دنیا کے امور بدیکیہ سے بھی زیادہ اچلی اور روشن ہیں اور جب اس شخص نے ایسے جلی اور روشن امر دینی اور اصول شرعی کے مخالف کچھ کہا تو گویا اس نے دنیا کے مشہور واقعات اور بدیکیہ باتوں کو جھٹالا یا اور لوگوں میں عام مشہور بات کی تکذیب کی جس سے اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہوا۔

### حدیث متروک:

حدیث کی اس قسم کا نام ”متروک“ ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: حدیثہ متروک، اور فلاں متروک الحدیث

اور یہ شخص اگر کلام ناس اور عام گفتگو اور بول چال اور دنیا کی باتوں میں کذب سے توبہ کر لے اور اس کی توبہ صحیح ہو، باس طور کہ پھر اس سے لوگوں کے ساتھ گفتگو میں کذب کا وقوع و صدور نہ ہو اور صدق کی علامات اس سے ظاہر ہوں، تب اس سے حدیث سننا جائز ہے۔

اور جس شخص سے جھوٹ کبھی کبھی صادر ہوا اور کذب اس کے کلام میں علاوہ حدیث نبوی ﷺ کے بہت کم اور نادر الوقوع ہو، گویا کہ نہ ہونے کے برابر ہو تو یہ امر اس شخص کی

حدیث کے موضوع شمار ہونے یا متروک شمار ہونے میں کچھ موثر نہیں، اگرچہ کذب ہر حالت میں گناہ ہے۔

### (۳) فسق:

عدالت کے اسباب و وجہ طعن میں سے تیراطعن میں سے تیراطعن فسق ہے۔ چنانچہ مؤلف بڑا فرماتے ہیں کہ فسق سے مراد فسق عملی یعنی عملی نافرمانی ہے فسق اعتقادی، یعنی اعتقاد اور عقیدہ کی خرابی مراد نہیں۔ اس لیے کہ فسق اعتقادی اصطلاح فن میں بدعت میں شمار کیا جاتا ہے اور اکثر بدعت کا اطلاق امور اعتقاد یہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ بدعت بھی مجملہ اسباب طعن کے ایک مستقل سبب ہے جس کا بیان سبب پنجم میں آنے والا ہے۔

کذب کو علیحدہ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ کذب فسق میں داخل ہے لیکن مشائخ حدیث نے اپنی اصطلاح میں اس کو ایک جدا گانہ اصل اور مستقل سبب قرار دیا ہے کیونکہ صفت کذب سے ساتھ متصف ہو کر مطعون ہونا نہایت سخت اور شدید ترین عیب شمار کیا جاتا ہے۔

### (۴) جہالت راوی:

چوتھا طعن عدالت کے اسباب و وجہ طعن میں سے جہالت راوی یعنی راوی کا مجبول ہونا اور معلوم نہ ہونا ہے۔ اور یہ بھی حدیث کے بیان کرنے میں مطعون ہونے کا ایک سبب ہے۔

کیونکہ جب تک راوی کا اسم اور اس کی شخصیت معلوم نہ ہو تو اس کا حال معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ راوی ثقہ ہے یا لوثی نہیں اور قابل اعتقاد ہے یا نہیں۔ جیسے استاد شاگرد سے کہے: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، يَا كَهْ: أَخْبَرَنِي شَيْخٌ، اور سنے والے کو یہ معلوم نہیں کہ وہ رجل یا شیخ جس کی طرف قائل نے تحدیث و اخبار کی ثابتت کی ہے کون ہے اور جب اس کی ذات اور اس کی معلوم نہیں تو اس کی صفت اور سیرت و شخصیت کیسے معلوم ہو سکتی ہے؟!

حدیث مبہم:

اس (ذکورہ) قسم کی حدیث کو مبہم کہتے ہیں اور حدیث مبہم غیر مقبول ہوتی ہے، اس سے احتجاج و استدلال نہیں کیا جاتا۔

مبہم صحابی:

ہاں اگر اس کا راوی صحابی ہو تو چونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ اور مسئلہ اصول ہے کہ **الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُولٌ**، صحابہ سب کے سب عادل ہیں، اس لیے صحابی کی حدیث مبہم مقبول ہوگی یعنی اگر صحابی کہیں کہ حَدَّثَنِی یا أَخْبَرَنِی رَجُلٌ او شیخُ، وغیرہ تو بوجہ اس اصل کلی کے یہ روایت مقبول ہوگی۔

حدیث مبہم بالفاظ تعدلیں:

اگر کسی غیر صحابی نے الفاظ تعدلیں کے ساتھ حدیث مبہم بیان کی، مثلاً یوں کہا: **أَخْبَرَنِی عَدْلٌ يَا حَدَّثَنِی ثِقَةٌ**، تو اس قسم کی حدیث میں اختلاف ہے۔ اسع یہ ہے کہ اس قسم کی حدیث بھی مقبول نہ ہوگی اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ شخص مروی عنہ اس راوی کے اعتقاد و خیال میں عاول اور ثقہ ہو۔ حقیقت کے اعتبار سے قابل اعتقاد اور موثوق علیہ نہ ہو۔ البتہ اگر کوئی ماهر حدیث امام فتن اور استاد کامل ایسا کہے تو حدیث مبہم مقبول ہوگی۔

(۵) بدعت:

عدالت کے اسباب طعن میں سے پانچواں سبب بدعت ہے اور بدعت سے مراد کسی ایسے امر جدید و نوپید کا اعتقاد کرنا ہے جو امر معلوم دینی کے خلاف ہو اور رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ سے متواتر و مقلوب کے مخالف ہو۔ اور یہ اختلاف و مخالفت کسی طرح کے شہبہ یا تاویل کے طریقہ پر ہو ضد اور انکار کی وجہ سے نہ ہو، اس لیے کہ مخالفت امر دینی کی بطريقہ ضد و انکار کفر ہے۔

مبتدع:

صاحب بدعت کو بدعتی اور مبتدع کہتے ہیں۔ اور مبتدع کی حدیث جمہور محدثین

کے نزدیک مردود ہے، قابل قبول اور لائق عمل نہیں اور اس سے احتجاج و استدلال بھی درست نہیں۔

### اقوال محمد شین در رد قبول حدیث مبتدع:

بعض مشارج حدیث کے نزدیک اگر بدعتی شخص زبان کی سچائی اور زبان کی سلامتی کے ساتھ متصف ہو تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی۔

اور بعض مشارج یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بدعتی امر متواتر شرعی کا مکمل ہے حالانکہ اس امر کا ضروریات دین سے ہونا معلوم و معروف ہے تو وہ بدعتی مردود الحدیث ہے۔ اس کی حدیث رد کی جائے گی قبول نہ ہوگی۔

اور اگر وہ بدعتی اس صفت اور اس حال پر نہ ہو تو اس کی حدیث مقبول ہوگی۔ اگرچہ مخالفین کی طرف سے اس کی کتنی ہی تکفیر کی جائے لیکن اس کے ساتھ ضبط و حفاظت، و رطخ و خشیت، تقویٰ و طہارت اور احتیاط و صیانت پایا جائے چاہیے اور غفار و پسندیدہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعتی اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہو اور اس بدعت کا مبلغ و مرQQج اور واعی ہو تو اس کی حدیث روکی جائے گی۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی حدیث قبول کی جائے گی، البتہ اگر وہ ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کی بدعت کی تائید و تقویت ہوتی ہو وہ بالکل مردود و نامقبول ہوگی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مشارج حدیث مبتدعین اور الٰل ہوا رہا باب باطل سے حدیث لینے اور اس کی روایت کرنے میں مختلف ممالک کے پابند ہوئے ہیں۔

صاحب جامع الاصول نے کہا ہے کہ مشارج حدیث کی ایک جماعت نے خارجیوں، قدریوں، شیعوں، رافضیوں اور دوسرے بدھیوں اور ارباب ہوئی اور اصحاب غرض لوگوں سے حدیث لی ہے اور حدیث کا اخذ جائز سمجھا ہے اور ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔

اور محمد شین کی دوسری جماعت نے ان الٰل بدعت فرقوں سے حدیث لینے میں احتیاط برقراری اور گھہداشت رکھی ہے۔

اور مذکورہ ہر دو جماعتوں سے ہر ایک جماعت کی نیت و خیال اخذ حدیث اور روایت  
و نقل حدیث میں علیحدہ اور جدا گانہ ہے اور نیک نتیٰ پرمنی ہے۔

### رائے حضرت مؤلف:

حضرت مؤلف فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بدعتی فرقوں سے حدیث کا  
اخذ و تحمل (حدیث لینا، سننا، حاصل کرنا، روایت کرنا) تحریٰ و استھواب (تحقیق و تحسیٰ اور تصحیح  
و اصلاح) کے بعد ورنہ ہے۔ اور یادِ وجود تحریٰ و استھواب کے احتیاط اسی میں ہے کہ ان  
لوگوں سے حدیث اخذ نہ کی جائے۔ اس لیے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو چھپنچکی ہے کہ یہ تمام  
فرقے اپنے اپنے مذاہب اور عقائد و خیالات کا ذہب و باطلہ کی اشاعت کرنے والے اور ان کو  
رواج دینے کے لیے احادیث وضع کیا کرتے اور بنایا کرتے تھے۔ اور اس امر کا توبہ کرنے  
اور اس فعل سے رجوع کرنے کے بعد اقرار بھی کر لیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم



## وجوه واسباب طعن متعلقہ ضبط

وہ وجہ طعن واسباب جرح جن کا تعلق ضبط کے ساتھ ہے وہ بھی پانچ ہیں: ایک فرط غفلت (غفلت کا زیادہ ہونا)، دوسرا کثرت غلط (غلطیوں کا زیادہ ہونا)، تیسرا مخالفت ثقات (موثوق ہے اور معتمد علیہ یعنی ثقد راوی کی مخالفت کرنا)، چوتھے وہم (بھول چوک اور نسیان و سہو زیادہ ہونا) اور پانچویں سوء حفظ، یادداشت کی خرابی اور حافظے میں نقصان و کمزوری۔

### فرط غفلت و کثرت غلط:

فرط غفلت اور کثرت غلط، یہ دونوں قریب قریب ہم معنی ہیں۔ اس لیے کہ غفلت حدیث کے سنبھال اور اس کے حاصل کرنے میں۔ اور غلط اس کے سنبھالنے اور ادا و تبلیغ میں ہوتی ہے اور مال دنوں کا ایک ہی ہے کیونکہ غلطیوں کا زیادہ ہونا غفلت کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ جب حدیث سنبھالنے میں غفلت ہوگی تو الامحالہ اس کے ادا کرنے اور دوسرے تک پہنچانے میں بھی غلطی واقع ہوگی۔

### مخالفت ثقات:

مخالفت ثقات اسناد یا تین میں متعدد طریقوں پر ہوتی ہے جو کہ حدیث میں شذوذ کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور مخالفت ثقات کو ضبط کے اس باب طعن میں اس وجہ سے شمار کیا گیا اور قرار دیا گیا ہے کہ مخالفت ثقات کا باعث اور سبب ضبط و حفظ کا نہ ہونا اور تغیر و تبدل سے محفوظ نہ ہونا ہوتا ہے۔

### وہم و نسیان:

وہ طعن و جرح جو باعتبار وہم اور نسیان کے ہے کہ جن دونوں کے سبب سے راوی غلطی

کر گز رتا اور بنا بر تو ہم کے روایت کر دیتا ہے اگر اس وہم نسیان پر ایسے قرآن سے اطلاع ہو جائے جو حدیث کے علل و اسباب کے ان طریقوں پر دلالت کرتے ہیں جو کہ حدیث کی صحت میں قادر ہیں تو وہ حدیث معطل ہو گی۔

اور تعلیل حدیث یعنی حدیث کی علل و اسباب قادر فی الصحت کا معلوم کرنا فنون حدیث میں بہت باریک اور گھر اعلم ہے اور علم حدیث کا دشوار تریں باب ہے۔

#### حافظ علل حدیث:

عمل حدیث پر وہی شخص اطلاع پاسکتا ہے جس کی فہمید اور یادداشت وسیع ہو اور ناقلین حدیث کے مراتب و مدارج اور حدیث کے اسانید و متون کے حالات کی کامل معرفت اور پہچان رکھتا ہو۔

جیسے قدماء مشائخ حدیث جن کا سلسلہ دارقطنی التوفی ۳۸۵ ہجری تک منتھی ہو چکا۔ یہ وہ بزرگ ہیں کہ ان کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ امام دارقطنی کے بعد عمل حدیث کے علم میں ان کا کوئی نظر پیدا نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

#### سوء حفظ:

سوء حفظ یعنی حافظ اور یادداشت کی خرابی کے بارے میں مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کی درستی اس کی غلطی پر اغلب نہ ہو۔ اور راوی کی یادداشت اور مہارت و حذاقت اس کی بھول چوک سے اکثر نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر راوی کی خطاء، غلطی، نسیان اور بھول۔ اس راوی کی درستی اور حذاقت و مہارت کے برابر یا اس سے زیادہ ہوتی تو یہ صورت سوء حفظ میں داخل ہو گی اور وجہ طعن میں شمار ہو گی اور اگر غلطی یا بھول کم ہو اور درستی یا یادداشت غالب اور کثیر ہو تو یہ صورت سوء حفظ میں داخل نہیں۔

غرضیکہ مختار اور معتمد علیہ اس بارے میں صواب و مہارت اور ان کی کثرت اور زیادتی ہے اور سوء حفظ اگر راوی کے لیے اس کی مدت <sup>عمر</sup> تمام ادقائق زندگی اور تمام زمانۃ حیات میں لازم حال ہو گئی ہو تو اس کی حدیث معتبر نہ کہجی جائے گی۔ بعض محدثین کے نزدیک یہ

صورت بھی شاذ کی اقسام میں داخل ہے۔

### حدیث مختلط:

اگر سوہ حفظ کسی عارض غیر لازم کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ مثلاً قوت حافظ اور ملکہ یادداشت میں خلل پڑ جانا بوجہ کبیر اسن اور بوڑھے ہونے کے، یا بسبب بینائی جاتے رہنے کے (یا کسی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے) یا حدیث کی کتابوں اور الماکروہ نقل شدہ نسخوں کے گم اور ضائع ہو جانے کے اور پھر ایسا راوی حدیث کو روایت کرے تو ایسی حدیث کو خلط کہتے ہیں۔

### حکم حدیث مختلط:

جو روایت خلط ملط اور گڑ بڑ ہونے اور خلل و نقصان کے وقوع سے پہلے کی ہواں طرح پر کہ اس روایت سے جو اس حالت کے بعد کی ہے اس سے ممتاز ہو سکے تو وہ روایت قبول کی جائے گی اور اگر اس طرح تمیز نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا۔  
اور اگر وہ حدیث مشتبہ حالت میں رہے اور یہ شبہ رہے کہ یہ روایت حالت خلط و خلل سے پہلے کہا ہے یا بعد کی تو اس میں بھی توقف کیا جائے گا۔

اور اگر ایسی قسم کے لیے متابعات و شواہد موجود ہوں تو یہ حدیث رد سے قبولیت کی طرف مبدل ہو جائے گی اور اس کو ترجیح دی جائے گی۔

اور مستور الحال شخص اور مدرس اور مرسل روایوں کی روایات و احادیث کا بھی

حکم ہے۔



## حدیث غریب، حدیث عزیز

حدیث صحیح اگر اس کا راوی ایک ہواں کو غریب کہتے ہیں اور اگر اس کے راوی دو ہوں اس کو عزیز۔

### حدیث مشہور و مستفیض:

اور اگر اکثر ہوں یعنی دو سے زیادہ ہوں تو اس کو مستفیض و مشہور کہتے ہیں۔

### حدیث متواتر:

اور اگر اس کے راوی کثرت تعداد میں اس حد تک پہنچ جائیں کہ عادت اور طبیعت و عرف ان کے کذب پر اتفاق کرنے اور جمع ہونے کو ناممکن اور حال سمجھے اس کو حدیث متواتر کہتے ہیں۔

### حدیث فرد:

حدیث غریب کو اصطلاح محدثین میں فرد بھی کہتے ہیں۔

### مراواز و حدتِ راوی:

حدیث غریب و فرد میں راوی کے واحد ہونے کا مطلب راوی کا ایک ہوتا ہے اگرچہ پوری سند میں کسی ایک جگہ ہو لیکن اس کو فرد نسبی کہیں گے۔

### فرد نسبی و فرد مطلق:

اگر پورے سلسلہ سند میں ہر جگہ ایک ہی راوی ہو تو اس کو فرد مطلق کہتے ہیں۔ ①

① سند میں ہر جگہ (یعنی ہر طبقہ) میں راوی ایک ہونا ضروری نہیں بلکہ صحابی سے روایت کرنے والا تابع ایک ہو یا یہ قول بعض صحابی اکیلا ہو تو اسے "فرد مطلق" کہتے ہیں۔ (سعیدی)

مراواز اشیائیت راوی:

اور حدیث عزیز میں راوی کے دو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پورے سلسلہ اسناد میں ہر جگہ پر دو راوی ہوں۔ ①

اگر سلسلہ سند میں کسی جگہ پر ایک راوی ہو وہ حدیث عزیز نہ کھلانے گی بلکہ غریب ہو جائے گی۔

مراواز کثرت راوی:

اسی قیاس و اعتبار پر حدیث مشہور و مستفیض میں کثرت کے معنی ہیں کہ سند کے سلسلہ میں ہر جگہ (یعنی ہر طبقہ میں) دو سے زیادہ راوی ہوں۔

اور یہی مراواز ہے مشائخ حدیث کی اس اصطلاح سے کہ اس فن حدیث میں اقل حاکم ہوا کرتا ہے اکثر پر۔ اور اقل کو اکثر پر ترجیح ہوتی ہے۔

اور چونکہ اقل کا حاکم ہونا اکثر پر مشہور قاعدے (اللَاكْثَرُ حُكْمُ الْكُلِّ) کے خلاف ہے، کیونکہ اکثر کوکیت کا حکم ہوتا ہے اور اس کو اقل پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لیے حضرت مؤلف نے تنبیہاً فرمایا کہ اس کو خوب غور سے سمجھ لو۔ اصول حدیث میں ایسا نہیں ہے۔

اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گی کہ حدیث کی غرابت حدیث کی صحت کے منافی نہیں، یعنی حدیث کا غریب ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث غریب، حدیث صحیح کی ایک قسم ہے۔ اور جائز ہے کہ حدیث صحیح ہو اور غریب ہو بایس طور کہ اس کے راویوں میں سے ہر ہر واحد ثقہ ہو۔ اور غریب کبھی شاذ کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یعنی اس شذوذ کے معنی میں جو کہ طعن کے اقسام میں ہے۔

اور یہی مقصود ہوتا ہے مؤلف مصانع کے اس قول کا جب وہ ”هذا حدیث غریب“ کہیں اور اس کو بطریق طعن ذکر کریں۔ جس کا علم قرآن حالیہ یا مقالیہ سے ہو جاتا ہے۔

① حدیث ”عزیز“ کی سند کے ہر طبقہ میں دو راوی ہونا ضروری نہیں، بلکہ سند کے ساتھ کسی بھی طبقہ میں صرف دو راوی رہ جائیں تو وہ سند ”عزیز“ کھلانے گی۔ (سعیدی)

اور بعض محدثین شاذ کی تعبیر اس راوی کے ساتھ کرتے ہیں جو مفرد اور تہا ہو بغیر اس اعتبار کے کہ وہ ثقات کے خلاف ہے جیسا کہ ماقبل میں شاذ کی تعریف میں گزر چکا ہے۔

**صحیح شاذ و صحیح غیر شاذ:**

اسی تعبیر کی بنا پر یہ لوگ حدیث کو صحیح شاذ اور صحیح غیر شاذ کہتے ہیں۔ لہذا شذوذ اس معنی میں حدیث کی صحت کے منافی نہ ہوا، جیسے کہ غرابت منافی صحت نہیں۔

اور وہ شذوذ جو کہ مقام طعن میں ذکر کیا جاتا ہے وہ شذوذ بمعنی مخالفت ثقات ہے اور حدیث کی صحت میں قادر اور اثر انداز ہوتا ہے۔



## حدیث ضعیف

حدیث ضعیف وہ ہے جس میں وہ شرائط جو حدیث کے صحیح ہونے اور حسن ہونے میں معتبر ہیں سب کے سب یا بعض مفقود ہوں اور اس کے راوی کی شذوذ کی وجہ سے یا نکارت کی وجہ سے یا اور کسی علت اور سبب خفی کی وجہ سے نہت کی گئی ہو۔

### اقسام ضعیف:

اس تعریف کی بنا پر حدیث ضعیف کی متعدد اقسام لکھیں گی اور شرائط کے مفرد ایا مرکب (یعنی تنہایا یا مجموعہ کے) لحاظ و اعتبار سے ضعیف کی اقسام کیشہر ہو جائیں گی۔

اور حدیث صحیح لذاته اور حسن لذاته نیز حدیث صحیح لغیرہ اور حسن لغیرہ کے مراتب و مدارج بھی کثیر ہیں، یہ سب اس تقاضت کے جوان کے مراتب و درجات میں ان صفات کے کمال کی وجہ سے ہے جوان کی تعریف میں مخطوط اور ان کے مفہوم میں مانخوا و معتبر ہیں۔ باوجود یہہ صحیح لذاته ولغیرہ اصل صحت میں اور حسن لذاته ولغیرہ اصل حسن میں شریک و مشارک ہیں۔

مشائخ حدیث نے صحت کے درجات کو منضبط کیا ہے اور صحت کے مراتب کی تعینیں کی ہے اور رجال سند و رواۃ سند میں ان کی مثالیں ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ عدالت اور ضبط کا نام اور حالت و وصف انسانیہ کے تمام رجال کو شامل ہے۔ لیکن بعض رجال سند، عدالت و ضبط میں بعض پروفیشن رکھتے ہیں۔ اس بنا پر گواص عدالت و ضبط میں سب کے سب شریک ہیں مگر کامل و تاقص اور اعلیٰ ادنیٰ ہونے میں ایک کو دوسرا پر تفوق و مزیت اور ترجیح و فوقيت ضرور ہوتی ہے۔ اور کسی خاص سند پر علی العموم اصح الامانیہ کا اطلاق کرنا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سند تمام سندات و اسانید میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اس بارے میں مشائخ حدیث

میں اختلاف ہے۔

بعض مشارک حديث نے اس کی مثال بیان کی ہے اور مطلقاً کلی طور پر حکم لگایا ہے کہ حدیث میں زین العابدین عن حسین عن علی صلوات اللہ علیہ و سلم کی سند اصح الاسانید ہے۔ اور بعض مشارک نے کہا ہے کہ مالک عن نافع عن عبد الله بن عمر صلوات اللہ علیہ و سلم کی سند اصح الاسناد ہے۔

اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ اصح الاسناد ذہری عن سالم عن عبد الله بن عمر صلوات اللہ علیہ و سلم کی سند ہے۔

لیکن حق الامر یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق صحیت کا حکم لگانا اور علی العموم کی طور پر یہ کہہ دینا کہ یہ سند تمام اسانید میں اصح اور سب سندات سے زیادہ صحیح ہے درست نہیں۔ البتہ کسی خاص نسبت یا خاص امر کا لحاظ کر کے اصح الاسانید کہنا اور کسی قید یا شرط کے ساتھ مقید و مشروط کر کے اصح الاسانید کہنا درست ہے۔

مثلاً پہلی سند کو کہنا کہ سندات الہ بیت میں اصح الاسانید ”زین العابدین عن ابیه عن جده“ ہے۔ اور فہرائے محدثین الہ مکہ میں مالک عن نافع کی سند۔

اور مدینہ طیبہ کے فقہائے محدثین میں ذہری عن سالم کی سند اصح الاسانید ہے۔

### قاعدہ کلیہ دربارہ اصح الاسانید:

یہ اس لیے کہ حدیث کے صحت اسانید کے اعتبار سے بلند سے بلند مختلف مرتبے اور متفاوت درجے ہیں اور متعدد اقسام کی اسانید ان مراتب علیاً میں داخل ہیں۔ کوئی ایک سند ان مراتب علیاً کے ساتھ مخصوص نہیں کہ صرف ایک اسی سند پر اصح الاسانید کا انحصار ہو۔ ہاں البتہ اگر اصح الاسانید کو کسی قید کے ساتھ مقید اور کسی شرط کے ساتھ مشروط کر دیا جائے اور علی الاطلاق علی العموم کسی سند کے بارے میں صحیت کا قول نہ کہا جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ فلاں شہر کے رواۃ کی اصح الاسانید یا فلاں باب اور فلاں مسئلہ میں اصح الاسانید فلاں سند ہے، یہ کہنا درست و صحیح اور مطابق واقع ہے۔ والله اعلم

## توجیہات و اقوال علماء بر تعبیرات امام ترمذی رضی اللہ عنہ

امام ترمذی رضی اللہ عنہ کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب جامع ترمذی میں ایک حدیث ذکر کر کے پھر اس کی تقسیم و اقسام کو بیان اور ظاہر کرنے کے لیے مختلف تعبیریں ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں: حدیث حسن صحیح، یا حدیث غریب حسن، یا حدیث حسن غریب صحیح۔ ان عنوانات و تعبیرات میں بوجہ ان کی تعریفوں کے مختلف ہونے کے، شبہ اور اشکال پیدا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حسن اور صحت کے جمع ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حدیث حسن لذاته ہو اور صحیح لغیرہ ہو اور اسی طرح غرائب اور صحت کے جمع ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ اس لیے کہ جیسا ہم نے سابقًا ذکر کیا ہے حدیث غریب صحیح ہو، یعنی اس کا ہر راوی ثقہ ہو۔

لیکن غرائب اور حسن کے جمع ہونے میں یعنی حدیث غریب کے حسن (لذاته یا الغیرہ) کے ساتھ جمع ہونے میں یا اشکال کیا جاتا ہے کہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے حدیث حسن کی تعریف میں تعدد طرق (رواۃ کی کثرت) کو معترض مانا ہے اور غریب میں ضروری ہے کہ اس کا ہر راوی ہر موقع پر ایک ہو۔ اور جب طرق متعدد اور ناقصین و روایات کثیر ہوں گے تو ہر موقع پر ایک راوی نہ رہے گا۔ لہذا حدیث حسن، غریب نہ ہو سکے گی۔

اس شبہ کا جواب بعض مشائخ حدیث نے امام ترمذی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ دیا ہے کہ تعدد طرق جو حدیث حسن کی تعریف میں معترض ہے وہ علی الاطلاق مراد نہیں اور مقسم کے درجہ میں معترض نہیں جو کہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ تعدد طرق کا اعتبار صرف حدیث حسن کی ایک قسم میں ہے اور حسن کی دوسری قسم میں نہیں۔ اس لیے جب حدیث میں حسن و غرائب کے اجتماع کا حکم لگایا جائے گا اور یہ کہیں گے کہ هذا حدیث حسن غریب، تو اس حسن سے مراد حسن کی وہ قسم ہوگی جس میں تعدد طرق کا اعتبار نہیں۔ غرضیکہ اس

جواب کی بنا پر حدیث حسن کی دو قسمیں ہوئیں: ایک وہ جس میں تعدد طرق اور کثرت روایہ کا اعتبار ہے اور دوسری وہ جس میں سہ طریق اور کثرت روایہ کا اعتبار نہیں۔ اور حدیث غریب اس حدیث حسن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جس میں تعدد طرق طحیط ہوتا ہے اور اس حسن کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جس حسن میں تعدد طرق طحیط نہیں۔ اب دونوں کا مفہوم (غیریب و حسن) کا صحیح ہو گا، اور دونوں اپنے اپنے مورد اور درجہ پر رہیں گی۔ بعض مشائخ حدیث نے غرائب اور حسن کے اختصار کے شہبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ امام ترمذی رض اس سے (یعنی ”غیریب حسن“ کہہ کر) حدیث کی روایت کے طریقوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہیں، باس طور کہ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بعض اسناد کے اعتبار سے غریب اور بعض طریقوں سے حسن ہے۔

اور بعض مشائخ حدیث نے اس شہبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہاں (غیریب و حسن میں) واو چاہے مذکور ہو خواہ مخدوف اور منوئی مقدر، واو معنی آو ہے۔ جس سے جمع مراد نہیں بلکہ تردید مراد ہے یعنی اس میں شک اور تردید ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یا حسن ہے۔ کیونکہ یقینی طور پر ان دونوں میں سے کسی کا علم نہیں، اس لیے غرائب اور حسن دونوں کو ذکر کر دیا۔ اگرچہ واقع اور حقیقت میں ان میں سے ایک ہی ہو گی یا غریب یا حسن (اس قول کی بنا پر حدیث حسن کی تعریف بحالہ وہی باقی رہتی ہے اور اس کی دو قسموں کی طرف تقسیم (باعتبار تعدد طرق و عدم تعدد طرق) لازم نہیں آتی)۔

بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ اس مقام پر امام ترمذی رض کے نزدیک حسن کے اصطلاحی معنی مراد نہیں جس کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے۔ بلکہ حسن کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مَا يَمْيِلُ إِلَيْهِ الظَّبْعُ، یعنی حدیث حسن وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو۔ (اور انسان کو اچھی معلوم ہو) لیکن شیخ رض فرماتے ہیں کہ یہ قول فتن حدیث اور اصطلاح محدثین کے اعتبار سے بہت بجید ہے کیونکہ کلام اصطلاح خاص میں ہے۔ لغت یا مفردات لسان اور طبیعت کے مالوفات و مرغوبات میں نہیں۔

باب احکام (واعمال) میں حدیث صحیح سے استدلال کرنا اور صحیح حدیث کو کسی مدعا اور دعویٰ پر جھٹ بنانا تمام اہل اسلام کا اجتہادی اور متفق علیہ اصول ہے۔ اور اسی طرح عام طور پر علمائے محدثین کے نزدیک حدیث حسن لذاتہ سے جھٹ و استدلال کرنا بھی درست ہے اور حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے مرتبہ میں کم ہے لیکن مقام استدلال و احتجاج میں صحیح کے ساتھ شریک و ملحق ہے۔ یعنی جس طرح حدیث صحیح سے استدلال کیا جاتا ہے اور وہ استدلال معتبر ہے اسی طرح حدیث حسن لذاتہ سے استدلال بھی معتبر ہے۔ اور وہ حدیث ضعیف جو اپنے تعدد طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ گئی ہے، اس پر بھی سب کا اتفاق و اجماع ہے کہ ایسی حدیث ضعیف سے استدلال جائز ہے۔

اور یہ اصول جو مشہور ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے اور فضائل اعمال کے علاوہ اصول دین و عقائد اور ضروریات دین وغیرہ میں اس کا اعتبار نہیں، اس سے مراد ایکی اور مفرد حدیث ضعیف ہے جو بغیر تعدد طرق کے ہو، مجہود چند احادیث ضعیفہ کا مراد نہیں۔ اس لیے کہ مجھوڑ ہونے کی بنا پر وہ ضعیف حدیث، حدیث حسن کی اقسام میں داخل ہو جائے گی، ضعیف میں داخل شامل نہ رہے گی۔ جیسا کہ مشائخ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے۔

بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف کا ضعف اگر سوہ حفظ یا اختلاط یا تدليس کی وجہ سے ہو اور صدق و دلیانت بھی پایا جاتا ہو اس حدیث ضعیف کے ضعف کا تعدد طرق، کثرت رجال اور زیادتی روایہ و نقلین سے جبر نقصان ہو جاتا ہے اور وہ حدیث ضعیف کے درجہ سے نکل کر قوی کے حکم میں ہو جاتی ہے اور اگر اتهام کذب یا شنہ و ذیماً ظاہری غلطیوں

کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو وہ ضعف تعدد طرق اور کثرت رجال یعنی زیادتی روایات سے پورا نہ ہو گا بلکہ حدیث پر ضعیف ہی کا حکم لگایا جائے گا اور اس حدیث کو ضعیف ہی کہیں گے۔ لیکن فضائل اعمال میں ایسی ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے، لہذا اسی قبیل پر مشتمل حدیث کے اس قول کو تمہول کرنا بھی ضروری اور مناسب ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ ضعیف کا ضعیف کے ساتھ لاحق شامل ہونا ضعیف کے اندر قوت پیدا کرنے کا سبب نہیں ہے، کیونکہ اگر محدثین کے اس قول کے یہ معنے نہ لیے جائیں تو یہ قول اپنے ظاہر کے بناء پر صریح المطہان اور غلط ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس پر خوب غور کرو، کیونکہ ایک ضعیف حدیث ایسی ہے کہ اس میں ضعف سوہ حفظ یا اختلاط یا تدليس کی وجہ سے ہے اور اس قسم کے ضعف کی تلافی اور اس کے نقصان کا جبر تعدد طرق اور کثرت ناقلات سے ہو سکتا ہے اور اس قسم کی حدیث ضعیف دوسری ضعیف حدیثوں سے مل کر قوی ہو سکتی ہے مگر وہ حدیث ضعیف جس میں اتهام کذب یا شذوذ یا اور ظاہری اغلاط کی بناء پر ضعف ہواں کو دوسری ضعیف حدیثوں سے، جو اگرچہ طرق متعدد کے ساتھ مردوی ہوں، قوت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ محدثین کے اصول کلی ہیں۔ اس لیے ان کا یہ کلیہ کہ ضعیف کا ضعیف کے ساتھ مانا ضعیف کے اندر قوت پیدا کرنے کا سبب نہیں، اسی صورت میں کلیہ رہ سکتا ہے جبکہ ضعیف سے وہ ضعیف مراد ہیں جس میں اتهام راوی یا شذوذ یا اغلاط ظاہری کی وجہ سے ضعف و نقصان موجود ہو۔ اسی بناء پر حضرت مؤلف نے تنبیہ دتا کیہ فرمائی کہ اس کو غور و فکر سے سمجھنا چاہیے۔

مکمل

## رتبتہ صحیح بخاری

صحیح حدیث کے درجات و مراتب میں فرق ہے اور صحت کے اعتبار سے ایک صحیح حدیث دوسری صحیح حدیث پر مریت اور فوکیت رکھتی ہے جیسا کہ سابقًا معلوم کر چکے ہیں کہ صحاح احادیث میں بعض احادیث بعض کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہیں تو اب معلوم کیجئے کہ عام مشائخ حدیث کے نزدیک یہ امر طے قرار پا چکا اور مسلم ہو چکا ہے کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی الجامع الصحیح باقی تمام مدون شدہ کتب حدیث پر مقدم اور سب سے اول درجہ پر ہے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں یہ مقولہ زبان زد خواص و عوام ہو گیا ہے کہ: "أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللَّهِ الْبَارِي الْجَامِعُ الصَّحِيحُ لِبُخَارِيٍّ" یعنی قرآن شریف کے بعد سب سے زیادہ کتاب صحیح بخاری ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کے درمیان فرق:

اگرچہ بعض مشائخ مغرب (یعنی مغربی ممالک کے بعض محدثین) نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اور مسلم شریف کو بخاری شریف سے زیادہ صحیح مانا ہے۔ لیکن عام مشائخ حدیث کی طرف سے شیوخ مغرب اور مغربی محدثین کو صحیح مسلم کے صحیح بخاری پر ترجیح کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر اصل صحت و قوت میں ترجیح نہیں ہے بلکہ صرف ان امور میں ترجیح ہے جو کہ عبارت کتاب، تعبیر کی خوبی اور کتاب کے جمع و تالیف میں صحت، درستی اور ترتیب میں خوش اسلوبی اور سلسلۃ روایۃ و اسناد میں پاکیزہ خوبیوں اور دیگر اسرار و رموز کی پارکیبوں کی غمہداشت کے لحاظ سے اس میں پائی جاتی ہیں۔ اور ان امور مذکورہ کی وجہ سے صحیح مسلم کی ترجیح صحیح بخاری پر بحث و بیان سے خارج ہے۔ کیونکہ ان زائد از اصل امور میں غنٹگلو اور کلام نہیں۔ گنٹگلو صرف صحت و قوت اور ان کے متعلقہ امور میں ہے

اور اس بات میں کوئی کتاب صحیح بخاری کے درجہ کے اور اس کے برابر کی نہیں، چہ جائیکہ اس سے افضل و اعلیٰ ہو، اس وجہ سے کہ جو شرائع حدیث کی صحت کے بارے میں ملحوظ و معتر ہونے چاہیے وہ بخاری کے روایہ میں پورے اور کامل طور پر موجود ہیں۔

### توقف بعض مشائخ و صحت امر اول:

بعض مشائخ محدثین نے ان دونوں کتابوں میں سے ایک کو دوسرا پر ترجیح دینے میں توقف کیا اور سکوت سے کام لیا ہے۔ لیکن صحیح وہی امر اول ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر بوجہ صحت و قوت ترجیح ہے۔

### حدیث متفق علیہ:

وہ حدیث جس کے بیان کرنے پر امام بخاری و امام مسلم عَلَيْهِمَا السَّلَامُ دونوں متفق ہو گئے ہوں اور وہ حدیث دونوں کی کتاب میں پائی جاتی ہے ”حدیث متفق علیہ“ کہلاتی ہے۔

### شرط حدیث متفق علیہ:

شیخ ابن حجر العسکری (صاحب نخبۃ الفکر) نے فرمایا ہے کہ حدیث متفق علیہ کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی صحابی سے منقول و مردی ہو۔ اگر ایسا ہے تب تو متفق علیہ ہے اور اگر ایک صحابی سے مردی نہیں ہے بلکہ متعدد اور مختلف صحابے سے منقول ہے تو گواں کا مضمون و مفہوم بلکہ الفاظ بھی متعدد ہوں مگر اس کو اصطلاح حدیث متفق علیہ نہیں کہیں گے۔

### تعداد احادیث متفق علیہ:

مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کا مجموع تقریباً دو ہزار تین سو چھپیں (۲۳۲۲) ہے۔

### مجہش ترجیح و تقدیم احادیث:

حاصل کلام یہ ہے کہ ارکان و احکام و نیز کی تشریع و توضیح اور اعمال شرعی کی تعین و تفصیل کے بارے میں جب قرآن شریف کے بعد صحیح احادیث کی طرف رجوع کریں گے تو جس حدیث پر شیخین یعنی بخاری و مسلم کا اتفاق و اجتماع ہو گیا ہو یعنی اس حدیث کو ان دونوں نے

روایت اور تخریج کیا ہو اور دونوں کتابوں میں وہ حدیث پائی جاتی ہو، وہ حدیث اول اور مقدم ہو گی غیر متفق علیہ حدیث پر بھی اور جملہ اقسام حدیث پر بھی۔ یعنی اس حدیث پر بھی جو صرف بخاری میں یا صرف مسلم میں پائی جاتی ہو یا ان کی شرط کے مطابق ہو یا اور کتب صحاح میں ہو۔

اور اگر ایسی کوئی حدیث نہ ملے تو پھر وہ حدیث اول اور مقدم ہو گی جس کو صرف امام بخاری نے روایت کیا ہو اور اپنی کتاب میں ذکر کیا ہو۔

اور اگر یہ بھی نہ ملے تو اس کے بعد وہ حدیث جس کو صرف امام مسلم نے روایت اور تخریج کیا ہو۔

پھر وہ حدیث جو بخاری و مسلم دونوں کی شرط کے مطابق ہو۔ یعنی اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں میں سے کسی نے بیان تو نہیں کیا مگر جن شرطوں اور پابندیوں کے ساتھ بخاری و مسلم احادیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں یہ حدیث ان ہی شرطوں کے مطابق ہے۔  
پھر وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔  
پھر وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔

اور ان چھ صورتوں کے بعد پھر وہ حدیث اول اور مقدم رکھی جائے گی جس کو بخاری و مسلم کے علاوہ اور دوسرے ایسے مشائخ محدثین و ائمہ حدیث نے نقل کیا ہو جنہوں نے اپنی کتب میں صحیح حدیث بیان کرنے کی پابندی اور التزام کیا ہے اور اس حدیث کی محنت بھی بیان کی ہے۔

غرضیکہ مسائل و احکام کے استنباط و اخراج اور استدلال و احتجاج کے لیے ایک حدیث کو دوسری حدیث پر تقدیم و ترجیح کے بارے میں یہ سات قسمیں ہیں۔

### مطلوب شرط بخاری و مسلم:

بخاری و مسلم کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے راوی ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوں جن کے ساتھ بخاری و مسلم کے راوی موصوف ہیں، یعنی صفت ضبط، عدالت،

عدم شذوذ، عدم نکارت، عدم غفلت وغیرہ وغیرہ صفات کے ساتھ یہ راوی بھی متصف ہوں۔ اگرچہ بعضہ اور بذاتہ وہی راوی نہ ہوں جو بخاری اور مسلم کی احادیث کے راوی ہیں۔ بعض مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو راوی بخاری و مسلم کے ہیں بعضہ وہی اپنی ذات و صفات و احوال کے ساتھ ہوں تب تو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہو گا ورنہ نہیں۔ حضرت شیخ رض فرماتے ہیں کہ اس بارے میں گفتگو تفصیل طلب ہے اور اس کو ہم نے مقدمہ شرح سفر السعادت فارسی میں بالتفصیل لکھا ہے۔



## صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحتِ احادیث صحیحین

صحیح حدیثیں صرف بخاری و مسلم ہی میں محصر و محدود نہیں اور نہ امام بخاری و مسلم عَلَيْهِمَا السَّلَامُ نے تمام کی تمام صحیح حدیثوں کو جمع کر کے اپنی کتابوں میں سب صحاح احادیث کا حصر و احاطہ کیا ہے۔ بلکہ یہ دونوں کتابیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم صحیح حدیثوں میں محصور ہیں، ایسا نہیں ہے کہ جو بھی صحیح حدیث ہو وہ ان دونوں کتابوں میں موجود ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کتابوں میں جو حدیثیں بھی ہیں وہ سب صحیح ہیں اور بخاری و مسلم کے نزدیک جو اور دوسری حدیثیں صحیح ہیں علاوہ ان کی ان دونوں کتابوں کے۔ نیز جو صحیح حدیثیں ان دونوں کی شرط کے مطابق ہیں ان صحیح حدیثوں کو بھی یہ دونوں حدیث اپنی ان دونوں کتابوں میں نہیں لائے چاہیے وہ صحیح حدیثیں جو ان دونوں کے علاوہ دوسرے مشائخ حدیث اور ائمہ حدیثیں نے روایت کی ہیں۔

قول امام بخاری رض:

امام بخاری رض نے کہا ہے کہ میں اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیثیں لایا ہوں جو صحیح ہیں اور بہت سی صحیح حدیثوں کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور ان صحاح کو باوجود ان کی صحت کے میں اس کتاب میں نہیں لایا۔

قول امام مسلم رض:

امام مسلم رض نے کہا ہے کہ جو حدیثیں میں اس کتاب میں لایا ہوں سب کی سب صحیح ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو حدیثیں میں نے چھوڑ دی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

وجہ اتیان و ترک احادیث صحیحہ:

حضرت شیخ رض فرماتے ہیں کہ ان دونوں کتابوں میں صحیح حدیثیں لانے اور صحیح

حدیثیں ترک کر دینے میں کوئی خاص سبب اس لانے اور ترک کر دینے کا ضرور ہے اور وہ سبب یا تو صحت کی زیادتی و قوت کا اعتبار ہے یا اور دوسری اغراض جن کو ان دونوں جامعین صحاح نے ملحوظ رکھا ہو۔

### صحیح و مستدرک حاکم:

علاوه ازیں حاکم حدیث ابو عبد اللہ غیثا پوری رض نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام مستدرک رکھا ہے۔ اور یہ استدرک بایس معنی ہے کہ اس میں وہ تمام حدیثیں لائے ہیں جن کو بخاری و مسلم اپنی کتابوں میں نہیں لائے۔ گویا حاکم رض نے یہ کتاب مرتب کر کے بخاری و مسلم کی ترک کی ہوئی حدیثوں کو جو کو صحیح ہیں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور حاکم رض نے بعض صحیح حدیثیں بخاری و مسلم کی شرط پر اور بعض ان دونوں میں سے ایک کی شرط پر اور بعض حدیثیں ان دونوں کے علاوہ اور شرط صحت کو ملحوظ رکھ کر اپنی اس کتاب مستدرک میں شامل کی ہیں۔ حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ بخاری و مسلم نے یہ حکم نہیں لگایا اور یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دونوں کتابوں میں لائی ہوئی حدیثوں کے علاوہ اور حدیثیں صحیح ہی نہیں۔

### اعتراض محدثین و جواب محمدثین:

اور یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں اہل بدعت کی ایک جماعت پیدا ہوئی ہے جو مشائخ حدیث جیسے ائمہ دین و حاملین شریعت و ناقلين روایات پر زبان طعن و تشنج و راز کرتی ہے۔ یہ گروہ کہتا ہے کہ تمہاری صحیح حدیثوں کا مجموعہ انداز اُصرف دس ہزار حدیثوں تک پہنچتا ہے حالانکہ امام بخاری رض سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے کہ ”مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح۔“ یہ صحیح حدیثیں صحت کے اعتبار سے کس درجہ کی ہیں۔ امام بخاری رض کے اس کلام سے ظاہر طور پر (والعلم عند الله) یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح سے مراد وہی ہے جو ان کے نزدیک صحت کے درجہ کو پہنچی ہو اور ان کے مقرر کردہ شرائط صحت کے معیار کے مطابق ہو۔

### تعداد احادیث بخاری:

مجموعہ ان احادیث کا جو بخاری رض اپنی کتاب میں لائے ہیں مع مکرات سات ہزار

دوسو پچھتر (۲۷۵) حدیثیں ہے اور بعد حذف مکرات چار ہزار (۳۰۰۰) احادیث۔

### كتب صحاح - صحيح ابن خزيمه:

شیخین یعنی امام بخاری و مسلم رض کے علاوہ دوسرے مشائخ حدیث اور ائمہ محدثین نے بھی صحیح حدیثیں کتابوں میں جمع کی ہیں اور احادیث صحاح کے مجموعے مرتب و مدون کیے ہیں، جیسے صحیح ابن خزیمہ (ابن خزیمہ رض کی جمع کردہ صحیح احادیث کا مجموعہ) اور یہ ابن خزیمہ وہ بزرگ ہیں جن کو مشائخ حدیث امام الائمه اور مقتداۓ اکابر و اعظم مانتے ہیں۔ ابن خزیمہ استاد و شیخ ہیں ابن حبان رض کے۔ ابن حبان نے ان کی تعریف میں کہا ہے کہ میں نے روئے زمین پر کسی کوفن حدیث میں ان سے بہتر نہیں پایا اور صحیح روایات اور صحیح الفاظ کا ان سے بڑھ کر حافظہ نہیں دیکھا۔ گویا تمام صحیح سنن و احادیث ان کا نصب ایں اور مقصد اصلی ہے۔

### صحيح ابن حبان:

ابن حبان رض جو کہ ابن خزیمہ رض کے شاگرد ہیں اور نہایت معبر متند الیہ، ماہر فن اور صاحب فراست امام ہیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ ابن حبان علم، لغت، حدیث اور دعاظ کے خزانے ہیں اور بڑی عقل و دانش والے لوگوں میں سے ہیں۔

### مستدرک حاکم:

اور صحیح حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری رض جو کہ حافظ حدیث معتمد علیہ ہیں۔ ان کی صحیح کاتانم مستدرک ہے۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ لیکن حاکم رض نے اپنی اس کتاب میں تاریخ اور حشم پوشی سے کام لیا ہے اور بہت سہولت کو رواہ وی ہے۔ اسی بناء پر مشائخ حدیث نے ان پر گرفت کی ہے اور کہا ہے کہ ابن خزیمہ رض اور ابن حبان رض زیادہ متمنکن قوی اور زیادہ بہتر ہیں حاکم رض سے۔ اور احادیث کے اسانید و متوں کے بارے میں بہت باریک بین ہیں اور بہت مہارت و مذاقت رکھتے ہیں۔

مختارہ حافظ مقدسی:

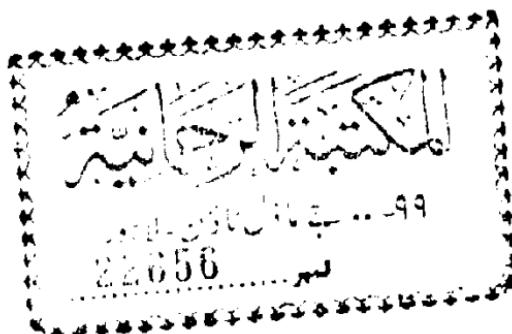
اور مختارہ حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ مقدسی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی اسی کتاب میں ان صحابہ احادیث کو روایت و تخریج کیا ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔  
اور مشائخ حدیث نے کہا ہے کہ حافظ مقدسی رضی اللہ عنہ کی یہ کتاب متدرک حاکم سے صحت احادیث کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔

دیگر صحابہ:

اور صحیح ابن عوانہ، اور صحیح ابن سکن اور منتفقٰ لابن جارود رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام کتابیں صحیح حدیثوں کے ساتھ مختص ہیں۔

آراء محدثین بر کتب صحابہ:

لیکن محدثین کی ایک جماعت نے ان سب کتب پر تقید کی اور ان کی جانچ پڑتاں کی ہے جس میں بعض نے تعصباً اور جانب داری کو راہ دی ہے اور بعض نے میانہ روی اور عدل و انصاف کے ساتھ تحقیق کی ہے اور ہر ذی علم سے اللہ علیم ہی زیادہ علم رکھنے والا ہے۔



## صحاب ستہ

علم حدیث کی وہ چھ کتابیں جو دنیا میں علم میں شہرت یافتہ اور اسلام میں مقرر و مقبول اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علی صاحبها وسلم میں مستند و معتمد علیہ ہیں، حسب ذیل ہیں۔  
صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

بعض مشايخ حدیث کے نزدیک ابن ماجہ کے بجائے موطاً امام مالک رضی اللہ عنہ صاحب ستہ میں داخل ہے۔ چنانچہ صاحب جامع الاصول نے موطاً ہی کو صحاب ستہ میں شامل کیا ہے۔

اور اول کی ان چار کتابوں میں احادیث کی اقسام ملائش صحیح، حسن، ضعیف میں سے ہر قسم کی حدیث پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر ان کتب کا نام صحاب ستہ رکھا جانا صحت و درستی کے غلبہ اور کثرت کی وجہ سے ہے، یعنی تغییی طریقہ پر ان چھیوں کتابوں کو صحاب جہا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں بالکل صحیح تو صرف بخاری اور مسلم ہی ہیں۔

### رأیے صاحب مصانع:

صاحب مصانع امام بنوی رضی اللہ عنہ نے جن کی کتاب مصانع کا یہ مکملہ شریف تکملہ و تذہیل ہے۔ غیر شیخین رضی اللہ عنہ کی احادیث کو حسان سے تعبیر کیا ہے اور ان کی یہ تعبیر اسی تغییی وجہ سے قریب اور معنی لغوی کے مناسب ہے، یا یہ کہا جائے کہ صاحب مصانع کی یہ ایک اصطلاح جدید ہے۔

### سنن دارمی رضی اللہ عنہ:

بعض مشايخ حدیث نے کہا ہے کہ امام دارمی رضی اللہ عنہ کی کتاب سنن دارمی صحاب کی چھٹی کتاب شمار ہونے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔ اس لیے کہ دارمی رضی اللہ عنہ کے روایہ و اسناد میں ضعف بہت کم ہے اور مکروہ شاذ حدیثیں اس میں قلیل مل معدوم کئے ہیں۔ اور دارمی کی سندات بھی

عالیٰ ہیں اور ان کی ملائیات بھی امام بخاری رض کی ملائیات سے زیادہ ہیں۔  
الحاصل یہ تمام مذکورہ کتابیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابو داؤد،  
سنن ابن ماجہ، موطاً امام مالک، سنن داری حدیث کی بہت مشہور کتابیں ہیں اور صحیح ہیں۔ اور  
ان کے علاوہ اور کتب بھی علم روایت و فتن حدیث میں بکثرت ہیں اور ان میں سے بعض مشہور  
و معروف ہیں۔

### جمع الجواعِم علامہ سیوطی رض:

علامہ سیوطی رض اپنی کتاب جمع الجوامع میں حدیث کی بہت سی کتابوں سے  
جن کی تعداد پچاس سے بھی متباہز ہے، صحیح، حسن، ضعیف سب طرح کی حدیثیں لائے ہیں  
اور کہا ہے کہ میں اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث نہیں لایا جس کو وضع یا اخلاق کے ساتھ نام  
رکھا گیا ہو اور جس پر موضوع ہونے یا کاذب ہونے کا گمان غالب ہو اور محدثین نے اس  
کے ترک کرنے پر اور قبول نہ کرنے پر اتفاق کیا ہو۔ وَاللَّهُ أَعْلَمْ

ذکر ائمہ:

صاحب مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی رض نے مشکوٰۃ شریف کے  
خطبہ میں ثقات و معتمد علیہ محدثین اکابر کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے، جن میں امام بخاری،  
امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام  
ابن ماجہ، امام دارقطنی، امام تیقی اور امام رزیں رض ہیں۔ ان تیرہ حضرات کے  
ناموں کی تصریح کی ہے اور ان ائمہ کے علاوہ اور بزرگوں کے نام نہیں ذکر کیے۔

حضرت شیخ رض فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سب کے حالات و سوانح ایک مستقل کتاب  
میں لکھے ہیں جس کا نام "الإكمال بذكر اسماء الرجال" ہے اور مؤلف مشکوٰۃ نے  
بھی اسمائے رجال مشکوٰۃ پر کتاب لکھی ہے۔ مگر اس کا نام "الإكمال فی ذکر اسماء  
الرجال" ہے۔

## خاتمه کتاب:

اور اللہ پاک کی جانب سے ہی خوبی اور بھلائی کا کام کرنے پر امداد و معاونت ہوتی ہے اور اسی سے ہی مدد چاہی جاتی ہے۔ ہر شے کے آغاز و انجام خصوصاً اس مقدمہ کی تالیف اور اس کے اردو ترجمہ و شرح پر۔

## دعاۓ مترجم:

خداوند! جس طرح تو نے محض اپنی رحمت کاملہ اور لطف بلیغ سے حضرت شیخ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ مؤلف مقدمہ علم الحدیث کو زمرة محدثین میں شامل فرمایا ہے نبی ﷺ کے محبین و محبوبین میں محسور فرمایا ہے، اپنے اس عاجز اور گھنگار بندے محمد علی بن خورشید حسن مترجم مقدمہ ہذا کو بھی اور اس کے ماں، باپ، بہن، بھائی، اولاد، اساتذہ و مشائخ اور احباب و مخلصین و متولیین و تلامذہ کو بھی اور جملہ مسلمین و مسلمات کو بھی، اسی طرح اپنے نبی ﷺ کے محبین و محبوبین کے زمرہ میں شامل فرمایا، ان ہی میں زندہ دکھنا اور ان ہی کے ساتھ محسور فرماتا۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَصَفْوَةِ بَرِّيَّتِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا  
مُحَمَّدٌ وَعَلَى أَهْلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَاتَّبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ  
رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقَنَا عَذَابَ النَّارِ ،  
رَبِّ أُوزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَتَعْمَتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ  
أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَذْخِلَنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادَكَ الصَّلِحِينَ وَأَضْلِعْ  
لَيْ فِي ذُرِّيَّتِي لَتَّ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ .



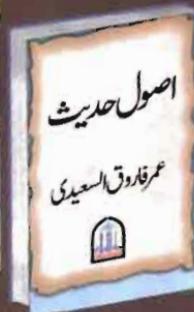
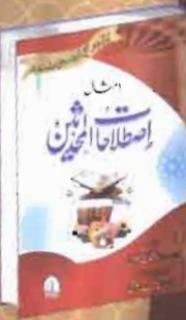
اور اس رسالہ کے مراجع و مصحح ناچیز ابو عمار عمر فاروق السعیدی کی بھی دعا ہے جو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَا يُبَدِّلُ وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ وَقَرَةً عَيْنٍ لَا  
تَنْقُطُ وَمَرْاقِفَةَ النَّبِيِّ ﷺ فِي أَعْلَى جَنَّةِ الْخَلَدِ .



مکاری دیگر تربیتی مطبوعات

۶



دارالابلاغ

کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی دارو